الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع

تالیف

حضرۃ العلامہ شیخ الاسلام عارف باللہ مولانا الحافظ خان بہادر

محمد انوار اللہ فاروقی

فضیلت جنگ قدس اللہ سرہ العزیز بانی جامعہ نظامیہ

فہرست مضامین الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع

مضمون	صفحہ
سببِ تالیف۔	۱
قرائن وضع حدیث	۲
قرینہ در راوی وایجادِ محدثین قواعد	
جرح وتعدیل۔	۳
فرق میان فقہاء ومحدثین وضرورت فقہاء	۴
ومحدثین وحفظ اسناد	"
روایات کل صحابہ مقبول اند۔	۶
ہر راوی را فقہ ضرور نیست۔ فرق میان	
اجتہاد فقہاء ومحدثین۔	۷
روایت از روافض جائز نیست۔	۸
وجہ عدم روایت از روافض	۹
اختلاف در قبول روایات مبتدعہ	۱۰
نصیحت امام بخاریؒ بہ عقیلی وغیرہ	۱۱
فضیلت امام شافعی رح	۱۲
اسناد سلسلۃ الذہب	۱۳
[illegible]	۱۴
[illegible] متقدمین وعمل متاخرین	۱۵
تعدیل [illegible] جرح مفید نیست۔	"
تقلید امام بخاری خلاف نص	۱۶
روایت راوی از گفتن محدثین وضاع	
وکذاب متروک نمی شود۔	۱۷
از روایت راوی متروک الروایت حدیث	
موضوع نمی شود۔	۱۸
حکم محدثین بحسب ظاہر است۔	۱۹
از ضعف یا متروک یا وضاعی راوی مرویات	
او موضوع نمی شوند۔	
بلا وجہ حدیثے را موضوع نباید گفت۔	۲۶
محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری نتیجۂ انکار	
حدیث یافت۔	۲۸
محمد بن ہارون در عالم رؤیا از رؤیت	
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مشرف شدہ۔	"
تصدیق حدیث از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرد	"
علی بن مسہر در عالم خواب بہ آنحضرت صلی اللہ	
علیہ وسلم تصدیق چند احادیث کرد۔	۲۹
اولیاء اللہ نیز بہ عالم رؤیا از کشف تصحیح	
احادیث از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم می کنند	۳۰

مضمون	صفحہ
فضیلت نماز چہار رکعت صلوٰۃ التسبیح	۳۴
اکثر حفاظ حدیث ابن جوزی را رد کردہ اند	
ثبوت صلوٰۃ التسبیح۔	۳۷
احوال ابن جوزی و خوش اعتقادی جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔	۴۱
جرأت ابن تیمیہ بہ ممانعت زیارت	۴۲
ادخال ابن جوزی رضی اللہ عنہ بعضے احادیث بخاری و مسلم را بہ موضوعات۔	۴۶
قرائن خارجیہ۔	۴۷
ہیچ محدث کل احادیث صحیحہ را جمع نکرد	۵۰
التزام عمل حسن در امور خیر	۵۴
واقعۂ مقلد و غیر مقلد۔	۵۵
تشدد و مسئلہ میلاد شریف و فاتحہ سوم اموات	۵۸
باعث تقلیل روایات۔	۶۱
مذہب خارجیاں	۶۲
مذہب روافض و خوارج و معتزلہ و جہمیہ وغیرہ	۶۳
قول حسن بصری رح نسبت رؤیت الٰہی شب معراج	۶۵
ثبوت رؤیت الٰہی از اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم	
و کل روایات امام بخاری واجب العمل نبودہ اند	۶۶
احوال عثمان بن ابی شیبہ۔	۶۷

مضمون	صفحہ
ضرورت تقلید و اکابر علما۔	۶۹
محدثین از امام بخاری اخذ روایات را ترک کردہ بودند	۷۳
اقوال متعلق تلفظ بالقران	۷۴
اعتقاد اکابر محدثین بود کہ تلفظ بالقرآن مخلوق نیست۔	″
احوال و اقوال ذہلی۔	۷۵
استبرا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ از اینکہ تلفظ بالقرآن مخلوق است۔	۷۶
اعتقاد امام بخاری رح نسبت قرآن	۷۷
اختلاف کمی و زیادتی در ایمان	۷۹
مذہب امام صاحب نسبت ایمان۔	۸۰
اظہار کردن امام صاحب اعتقاد خود۔	۸۴
مخالف عقل و نقل بودن حدیث برائے موضوعیت قرینۂ قطعیہ نمی شود۔	۹۴
تعریف بندۂ مومن	۹۵
مراد محدثین از اسناد احادیث	۹۹
عالم و محدث را روایت حدیث موضوع و ادخال آں بکتاب خود منع است۔	۱۰۱
حدیث متواتر مفید علم الیقین میشود نہ حدیث مشہور۔	۱۰۲
حصول ثواب بہ عمل کردن	
عمل بر حدیثے کہ موافق کتاب اللہ	
حصول ثواب از عمل احادیث فضائل اعم	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اجمعین
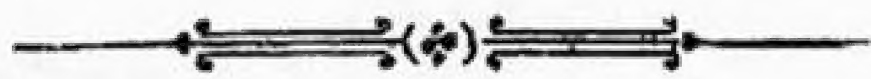
اما بعد احقر العباد ابوالبرکات محمد انوار اللہ بن مولوی حضرت حافظ ابو محمد شجاع الدین صاحب حیدرآبادی دکنی عفی اللہ عنہما عرض کرتا ہے کہ بفضل تعالیٰ ان دنوں مدینہ طیبہ کی حضوری کا اتفاق ہوا ایام اقامت میں خیال آیا کہ فضائل نبی کریم وحبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقدر وسع جمع کئے جائیں اور ضمن میں اوس کے بحسب مناسب مقام وہ مباحث لکھے جائیں جس کی آجکل ضرورت ہے چنانچہ قریب تیس۳۰ جز کے لکھے گئے اور ہنوز ایک حصہ کتاب کا بھی پورا نہ ہوا تھا کہ اس بلدہ طیبہ کی مفارقت پر مجبور کیا گیا جب مکہ معظمہ پہنچا برکت حاصل کرنیکے لئے اپنے مخدوم و مطاع ہادی مراحل تحقیق و کاشف رموز تدقیق جامع شریعت و طریقت منبع حقیقت و معرفت مہبط انوار معارف لدنیہ کاشف اسرار علوم دینیہ رہنمائے سالکین مقتدائے ناسکین مولانا و مرشدنا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ

ادام اللہ ظلالہ علی رؤس المسترشدین کو تکلیف اون اجزا کے سماعت کی دی
حضرت ممدوح نے بعد سماعت کے ارشاد فرمایا. مناسب ہے کہ کتاب
طبع ہونیکے پہلے وہ بحث جو متعلق حدیث ہے طبع کیجائے جس سے عام
فائدہ حاصل ہو اس لئے امتثالاً للامر وہ بحث نقل کر کے خدمت والا میں
گذرانا اور نام اوس کا **الکلام المرفوع فی ما یتعلق بالحدیث الموضوع**
رکھا حق تعالیٰ حضرت ممدوح کی توجہ کی برکت سے برادران دینی کو اس
کتاب سے نفع پہونچاوے آمین۔

تیسری بحث یہ ہے کہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان بعض حدیثوں کی نسبت
جو کہا ہے کہ منکر ہیں اور آثار وضع کے اون سے نمایاں ہیں سو آئیں
تصریح اس امر کی نہیں کہ واقع میں موضوع ہیں۔ اس مقام میں مسئلہ وضع سے
متعلق ایک بحث کیجاتی ہے جس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ محدثین
جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں آیا واقع میں کسی کی بنائی ہوئی ہوتی ہے
یا صرف ظن ہوا کرتا ہے محدثین نے لکھا ہے کہ موضوعیت حدیث کی
کئی طور سے معلوم ہوا کرتی ہے کبھی راوی میں کوئی قرینہ ہوتا ہے کبھی
نفس حدیث میں اور کبھی خارج میں چنانچہ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی
تقریب میں لکھا ہے ویعرف الوضع باقرار واضعہ او معنی اقرارہ

سے دو مباحث متعلق فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ لکھی گئیں اور بنابر مقام انتخاب تیسری بحث درج رسالہ ہذا کی گئی ۔ ۱۲

او قرینة فی الراوی او المروی فقد وضعت احادیث یشهد بوضعها
رکة لفظها ومعانیها یعنے پہچانا جاتا ہے موضوع ہونا حدیث کا واضع کے
اقرار سے یا ایسی بات سے جو معناً اقرار ہو۔ یا اس قرینہ سے جو راوی میں
یا مروی میں کیونکہ بہت سی حدیثیں ایسی بنائی گئی ہیں کہ اوس کے موضوع
ہونے پر رکاکت اس کے لفظ اور معنی کی گواہی دیدیتی ہے انتہا۔ جب
قرائن سے وضاع کذاب ہونا کسی راوی کا ثابت ہو جائے تو ہمیشہ کے
واسطے وہ شخص ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے اور سب روایتیں اوس کی
غیر معتبر سمجھی جاتی ہیں چونکہ رجوع اس بحث کا طرف جرح و تعدیل کے ہے
اس لئے کسی قدر اوس کا حال لکھنا مناسب سمجھا گیا۔ حقیقت میں یہ بحث
بہت وسیع اور طویل الذیل ہے جسمیں بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں
اجمال اوس کا یہ ہے کہ مدار جرح و تعدیل کا محدثین کے اجتہاد پر ہے۔
اسی وجہ سے ایک ہی راوی پر کسی نے جرح کی اور کسی نے تعدیل۔
اور ایک ہی صفت کسی کے نزدیک قابل جرح ہے اور کسی کے نزدیک
نہیں اکابر محدثین رحمہم اللہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق قواعد جرح
و تعدیل کے ایجاد کئے اور جزئیات کو یعنے ہر ہر شخص کے جرح و تعدیل کو
اوس پر متفرع کیا پھر عامہ محدثین نے اون کی تقلید کی اور اپنے اپنے
معتمد علیہ کے قاعدوں اور جرح اور تعدیل کو بہ حسن ظن مان لیا۔ چنانچہ

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو نکت میں لکھا ہے اوس سے بھی مستفاد ہے
وسبب الاختلاف فی ذلک انما ہو من جھۃ ان کل من رجح
اسنادا کانت اوصاف رجال ذلک الاسناد عندہ اقوی من
غیرہ بحسب اطلاعہ فاختلف اقوالھم لاختلاف اجتہادھم
پس مثال اوس کی بعینہ ایسی ہوئی جیسے فقہائے مجتہدین علیہم الرحمہ نے
اجتہاد سے قواعد مقرر کئے اور جزئیات مسائل کو اوس پر متفرع کیا مگر فرق
اتنا ہے کہ اکثر دلائل وشواہد فقہا کے کتاب وسنت واجماع ہیں اور اکثر دلائل
وشواہد محدثین کے تجربے ہیں مثلاً فقہانے قاعدہ ایجاد کیا ہے الامر
للوجوب تو دلیل اوس پر آیت پیش کرینگے یا حدیث واجماع۔ اور محدثین نے
جو قاعدہ ایجاد کیا ہے کہ رافضی کی روایت مقبول نہیں تو دلیل اوسکی
تجربہ ہوگی اور محدثین کی نظر اسناد سے متعلق ہے جو راویوں کے سلسلہ کا
نام ہے اس لئے کہ بعد تحقیق جب کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو
مطلب اوسکا یہی ہوتا ہے کہ راوی اوس کے ضابط وعادل ہیں یا نہیں
اور فقہا کی نظر حدیث اور قرآن سے متعلق ہے اور محدثین کا مطلب اصلی
یہ ہے کہ حتی الامکان الفاظ حدیث محفوظ رہیں اور مقصود فقہا کا یہ کہ مراد
شارع کی معلوم ہوجائے کما فی المیزان وجہ اوس کی یہ ہے کہ زمانہ
صحابہ کے بعد دو قسم کی ضرورتیں پیش ہوئیں۔ ایک حفاظت الفاظ دوسرے

فہم معنی اور رفع تعارض جو ظاہر احادیث و آیات میں معلوم ہوتا ہے جو علما
کہ امر اول کے متکفل ہوئے وہ محدثین ہیں اور امر ثانی کے متکفل فقہا۔ پہلی
ضرورت کی وجہ یہ تھی کہ بے دین لوگوں نے حدیثیں بنانا شروع کر دیا تھا۔
اس لئے علماء رحمہم اللہ نے اس خرابی کے اوٹھانے کی فکر کی۔ چنانچہ
امام مسلم نے صحیح کے باب الاسناد من الدین میں قول ابن سیرین رحمۃ اللہ
کا نقل کیا ہے کہ پہلے اسناد کو کوئی پوچھتا نہ تھا۔ پھر جب فتنہ واقع ہوا
تو علماء نے حدیث بیان کرنے والوں سے پوچھنا شروع کیا کہ پہلے اپنے
رجال کو بیان کرو کہ تم نے کس سے لیا ہے اور تمھارے شیخ نے کس سے
پھر اسناد کو دیکھئے پس اگر ہوتا اوسمیں کوئی اہل بدعت سے یعنے غیر اہل
سنت و جماعت تو چھوڑ دیتے اوس حدیث کو انتہی اور ابن جوزی رحمۃ اللہ
نے موضوعات کے شروع میں لکھا ہے کہ کہا براء بن عاذب رضی اللہ عنہ نے
کہ ہم لوگ جو روایت تم سے بیان کرتے ہیں یہ نہیں ہے کہ سب کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمنے سنا ہے بلکہ بہت سی روایتیں ایسی ہیں کہ اپنے
اصحاب یعنے صحابہ سے ہم نے سنا ہے پھر آفتیں سرایت کرنے لگیں یہانتک کہ
تہمتیں واقع ہوئیں پس احتیاج ہوئی طرف اوس کے کہ عدالت راوی کی
دریافت کی جائے کما قال البراء بن عاذب رضی اللہ عنہ لیس کلما
نحدثکموہ سمعناہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن حدثناہ

من اصحابنا ثم لم یزل الآفات تدب حتی وقعت التھم فاحتیج الی اعتبار العدالۃ۔ مقصود یہ کہ صحابہ کی کل روایتیں مقبول ہیں گو اونھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اون کو نہ سنا ہو لیکن زمانہ تابعین ہیں چونکہ ہزارہا حدیثیں بننے لگیں اس لئے دریافت عدالت کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات میں لکھا ہے۔ قال الحکیم سمعت حماد بن زید یقول وضعت الزنادقۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ عشر الف حدیث الحاصل محدثین حفاظت الفاظ کی طرف متوجہ ہوئے اور فقہا تدبر معنی کے طرف اور مقصود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی قسم کا اوس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے جو مشکوٰۃ میں ہے۔ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل من ھوا فقہ منہ رواہ الشافعی والبیھقی واحمد الترمذی وابوداود والدارمی۔ ترجمہ روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہا اونھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تروتازہ وخوش رکھے اللہ تعالی اوس بندہ کو جس نے سنی میری بات پس خوب یاد رکھا اوس کو اور پہنچا دیا یعنے دوسرے کو کیونکہ بہت فقہا سے وہ شخص جو اون سے حدیث لی فقیہ اور سمجھدار زیادہ ہیں۔ روایت کیا اوس کو

امام شافعی اور بیہقی اور امام احمد حنبل اور ترمذی اور ابو داؤد اور دارمی
نے انتہی یعنی ہر راوی کو فقیہ ہونا ضرور نہیں صرف حفاظت حدیث اوسکا
کام ہے۔ یہ اشارہ ہے طرف محدثین کے پہونچانا اوس کا دوسرے کو
کہ غالباً اونمیں فقیہ اور سمجھدار لوگ بھی ہونگے اشارہ ہے طرف فقہا کے
اوس سے معلوم ہوا کہ فقہا محدثین بھی ہیں اور معنی حدیث کے خوب جانتے ہیں
چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جامع کے باب ماجاء فی غسل المیت میں
فرماتے ہیں وکذلک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث یعنے فقہا
حدیث کے معنی محدثین سے زیادہ جانتے ہیں۔ ہر چند محدثین معنی سے بھی
بحث کرتے ہیں مگر وہ مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ ایسی بحث ہے کہ جیسے
فقہا بھی کبھی رجال سے بحث کر لیتے ہیں۔ **الحاصل** کام ہر ایک کا علیحدہ ہے
اور اسی کی تصریح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ چنانچہ قسطلانی
رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں قول اونکا نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے
کیا تو چاہتا ہے کہ فقہ اور حدیث دونوں حاصل کرلے یہ کہاں ہوسکتا ہے انتہی
یعنے ہر شخص میں صلاحیت نہیں کہ دونوں میں کمال حاصل کرے اسی تعریر سے
محدثین اور فقہا کے اجتہادوں کا فرق معلوم ہوا کلام اسمیں تھا کہ محدثین نے
جو قواعد جرح و تعدیل کے مقرر کئے ہیں مدار اونکا تجربہ اور وجدان پر ہے
اسی وجہ سے اہل بدعت سے روایت لینے میں اختلاف ہے چنانچہ ابن

سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے
ابھی معلوم ہوا کہ زمانۂ تابعین میں اہلِ ہوا سے کسی فرقہ کی روایت نہیں
لیجاتی تھی اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب معلوم ہوتا ہے کہ کل اہل بدعت
سے روایت درست ہے چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے کہ پوچھا
سلیمان بن موسیٰ نے طاؤس سے کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس قسم کی روایت
کی ہے مقصود یہ کہ اوس سے روایت لوں یا نہ لوں کہا اونھوں نے ان کان
صاحبك ملیا فخذ عنه یعنے جس سے تم روایت لیتے ہو اگر وہ غنی ہے تو
لے لو اوس سے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پاس سرمایۂ حدیث کا
زیادہ ہو اوس سے روایت لینا ہو سکتا ہے مذہب کی کچھ قید نہیں یزید
بن ہارون کا مذہب یہ ہے کہ سوائے روافض کے کل اہل بدعت سے روایت
جائز ہے چنانچہ میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے ترجمہ ابراہیم ابن الحکم
میں نقل کیا ہے قال بن اهاب سمعت یزید بن هارون یقول تکتب
عن کل صاحب بدعة اذا لم یکن داعیة الا الرافضة فانهم
یکذبون یعنے مومل ابن اہاب کہتے ہیں کہ سنا میں نے یزید بن ہارون سے
کہ کہتے تھے ہر بدعت والے سے حدیث کی روایت درست ہے اگر اپنے
مذہب کی تائید میں نہ لایا ہو سوائے روافض کے کیونکہ وہ جھوٹ کہا کرتے ہیں انتہی
اور روافض سے روایت نہ لینے پر اکثر محدثین مثل امام شافعی و شریک

ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ کا اتفاق ہے چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
نے بضمن ترجمۂ ابراہیم مذکور میزان میں لکھا ہے قال اشہب سئل
مالک رحمۃ اللہ علیہ عن الرافضۃ فقال لا تکلمھم ولا ترو
عنھم فانھم یکذبون وقال حرملۃ سمعت الشافعی رحمۃ اللہ
علیہ یقول لم ار اشھد بالزور من الرافضۃ وقال محمد بن
سعید الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ سمعت شریکا یقول
احمل العلم عن کل من لقیت الا الرافضۃ فانھم
یضعون الحدیث ویتخذ ونہ دینا یعنے اشہب کہتے ہیں
کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ روافض سے حدیث
لینے کا کیا حال ہے کہا کہ اون سے نہ بات کرو اور نہ روایت لو۔
کیونکہ وہ جھوٹ کہا کرتے ہیں اور کہا حرملہ نے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
سے میں نے سنا ہے کہ رافضیوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا میں نے
نہیں دیکھا۔ اور کہا محمد بن سعید اصبہانی نے کہ سُنا میں نے شریک سے
کہتے تھے تم جس سے ملو حدیث لے لو سوائے رافضیوں کے کہ وہ حدیث
بنا لیتے ہیں اور پھر اوس کو دین ٹھیرا لیتے ہیں انتہیٰ۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ
علیہ نے صحیح میں روایت کیا کہ عبد اللہ بن مبارک علی رؤس الاشہاد
کہتے تھے کہ چھوڑ دو حدیث کو عمر ابن ثابت کی کہ وہ سلف کو گالیاں

دیتا ہے انتہی فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے قال ابو العرب
فی الضعفا من لم یحب الصحابة فلیس بثقة ولا کرامة
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتقلید بعض اساتذہ کے روایت روافض کو
جائز رکھا ہے۔ چنانچہ عباد بن یعقوب اسدی اور عبد الملک بن عین
کی روایتوں کو صحیح میں داخل فرمایا جن کا حال میزان الاعتدال میں
امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھا ہے کہ وہ رافضی تھے اور سلف کو گالیاں
دیتے تھے اور صحابہ کی شان میں بے طور گفتگو کیا کرتے تھے اور عبد الملک
بن عین کو۔ ذہبی نے میزان میں اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری
میں لکھا ہے کہ وہ رافضی تھے۔ اور میزان میں عبد الرزاق بن ہمام کو
لکھا ہے کہ وہ بھی رافضی تھے اور صحابہ کی شان میں سخت بدگوئی کیا کرتے
تھے۔ عباس بن عبد العظیم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ باوجود
اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فن حدیث میں
میں نے اون سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معین اون کی نسبت
کہتے ہیں کہ اگر وہ مرتد بھی ہو جاویں تو بھی اون کی حدیث کو ہم نہ چھوڑینگے
انتہی ملخصاً من المیزان اور اوسی میزان میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین
قسم کھا کر کہتے تھے کہ احمد بن عیسیٰ تستری کذاب ہے باوجود اس کے
امام بخاری وغیرہ محدثین رحمہم اللہ نے اون سے روایت لی ہے اور

اُسی میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے یہ قاعدہ ٹھیرایا ہے کہ جس کو میں نے منکر الحدیث کہا اوس سے روایت کرنا حلال نہیں پھر اونھوں نے عبد الملک بن عبدالرحمٰن کو منکر الحدیث کہا ہے باوجود اسکے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اون سے روایت کی ہے سوائے اس کے بہت ایسے راوی ہیں جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منکر الحدیث کہا اور مسلم شریف میں اونکی روایتیں موجود ہیں۔ عبداللہ بن جعفر جہمیت کی طرف مائل تھے ایسوجہ سے امام احمد حنبل۔ اور مسلم۔ ابوداؤد۔ رحمہم اللہ نے اونکو چھوڑ دیا ہے حالانکہ اون کی روایتوں سے صحیح بخاری بھری ہوئی ہے عمر بن نافع کی نسبت سعد کہتے ہیں کہ محدثین اون کے ساتھ احتجاج نہیں کرتے باوجود اس کے صحیحین میں اون کی روایتیں موجود ہیں۔

عقیلی علی بن عبداللہ و جعفر وغیرہ چند محدثین میں کلام کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اون سے کہا اے عقیلی کیا تمہیں عقل نہیں جو ایسے لوگوں میں کلام کرتے ہو۔ تمھاری اتباع ہم نے اس لئے کیا ہے کہ ان بزرگواروں پر جو مطاعن ہیں اون کو دفع کروگے۔ اگر ان حضرات کی حدیثیں چھوڑ دیئے جائیں تو یہ نوبت پہونچ جائیگی کہ ہم لوگ دروازہ بند کرکے گھر بیٹھ رہیں خطاب موقوف ہوجائے۔ آثار منقطع ہوجائیں۔ زندیقوں کا غلبہ ہوجائے۔ دجال نکل آئے۔ کذا فی المیزان

عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یحییٰ بن معین۔ اور ابن مسیب اور
محمد بن سیرین اور علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے کذاب
کہا ہے اور ابن ذہب بھی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہ تھے اور امام مالک
رحمۃ اللہ علیہ اون کے ذکر اور اون سے روایت کرنے کو مکروہ جانتے
تھے۔ باوجود اسکے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تبقلید بعض اساتذہ کے
اون پر اعتماد اور اونکی روایتوں کو اپنی صحیح میں داخل کیا ہے انتہی ملخصاً
من المیزان۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی شاگردی پر اکابر محدثین کو
فخر ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو شیخ مشائخ امام بخاری
رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین کے حلقہ کو چھوڑ کر اونکی
صحبت اختیار کی یہاں تک کہ اونکی سواری کے ساتھ پیدل چلتے تھے
اور جب یحییٰ بن معین نے اونمیں کلام کیا تب امام احمد نے کہا کہ اگر تم بھی
اون کی سواری کے دوسری جانب چلو تو تمہیں نفع ہوگا کما نقل
الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فی توالی التاسیس
بمعالی ابن ادریس۔ واخرج ابن عدی من وجہ اخر ان الشافعی
رحمۃ اللہ علیہ لما قدم بغداد لزمہ احمد مع بغلتہ فاخلی الحلقۃ
التی کان یجتمع فیھا مع یحیی بن معین واقرانہ وایضاً فیہ
وروی الخطیب من طریق صالح بن احمد بن حنبل قال مشی

ابی مع بغلة الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فبعث الیہ یحیی بن معین
یعنی یعاقبه فقال احمد لو مشیت من الجانب الآخر کان
انفع لك اور اوسی توالی التاسیس میں ہارون بن سعید کا قول نقل کیا ہے
کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص تھے اگر پتھر کے کھم کو لکڑی کا کھم کہہ دیتے
تو ثابت کر دیتے کما قال وقال الزکریا الساجی حدثنی ابوبکر بن
سعید ان قال سمعت ہارون ابن سعید یقول لو ان الشافعی
رحمۃ اللہ ناظر علی ھذا العمود الذی من حجارۃ بانہ من خشب
لغلب لاقتدارہ علی المناظرۃ اور اس کے سوا اونکے علم و تقوی
و حفظ و ورع وغیرہ فضائل پر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی روایتیں
نقل کی ہیں۔ اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں لکھا ہے
کہ محدثین اس اسناد کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں عن احمد عن الشافعی
عن مالك عن نافع۔ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا
کہ باوجودیکہ میں نے نسخہ موطا کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دس بارہ
شاگردوں سے جو حفاظ حدیث تھے سنا تھا لیکن جب شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے
ملاقات ہوئی تو پھر اوسکا اعادہ کیا کیونکہ میں نے اون کو اون سبھوں سے
بہتر پایا۔ الحاصل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان او ر تبحر علوم وغیرہ
فضائل پر اکابر محدثین کا اتفاق ہے باوجود اس کے امام بخاری و مسلم۔

نسائی۔ ابو داود۔ ترمذی رحمہم اللہ علیہ نے اون کے روایات کو صحاح میں داخل نہیں کیا الا نادرا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر العلمین میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین زندہ ہونے اور ایمان لانے کی حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا ہے۔ اسلئے کہ اوس کے اسناد میں محمد بن زیاد۔ اور احمد بن یحییٰ۔ محمد بن یحییٰ غیر ثقہ اور مجہول ہیں۔ امام سیوطی نے کہا کہ اگرچہ دارقطنی نے محمد بن یحییٰ کو مجہول کہا ہے مگر ذہبی نے صرف ضعیف کہا۔ اور ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ وہ مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں۔ ابو سعید بن یونس نے اون کا حال تاریخ مصر میں یوں لکھا محمد بن یحییٰ۔ بن محمد۔ بن عبد العزیز۔ بن عمر بن عبد الرحمن۔ بن عوف کنیت اونکی ابو عبد اللہ ہے وہ مصر گئے اور اون سے اسحٰق بن ابراہیم کیاس اور زکریا بن یحییٰ بغوی اور سہل بن سوادہ اور محمد بن فیروز اور محمد بن عبد اللہ بن حکم نے روایت کی اور انتقال اونکا ۲۵۰ھ ہجری میں عاشورہ کے دن ہوا۔ اور احمد بن یحییٰ بھی مجہول نہیں اس لئے ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روایت کی اون سے حرملہ یحییٰ اور ابو سعید بن یونس نے جس کا ترجمہ اس قسم کا ہو اوس کی حدیث معتبر سمجھی جاتی ہے اور محمد بن زیاد ائمہ قرأت و تفسیر سے ہیں اگر وہ کسی قدر ضعیف بھی ہیں تو سوائے اون کے دوسرے طریقوں سے بھی روایت وارد ہے۔

محمد بن یحییٰ کا احوال

چنانچہ اون طریقوں کو بھی امام سیوطی نے ذکر کیا ہے مقصود یہ ہے کہ جو
لوگ مجہول ٹھیرائے گئے تھے جن کی وجہ سے حدیث موضوع قرار دیگئی تھی
خود محدثین نے اونکو معروف کہا ہے اور جن وجوہ سے حدیث موضوع
ٹھیرائی گئی در اصل خود قابل تسلیم نہیں۔ الحاصل راویوں کی جرح و تعدیل
میں بہت کچھ اختلاف ہوا کرتا ہے ایک ہی شخص کسی کے پاس مقبول ہے
اور کسی کے پاس مخدوش۔ یہ بات فن رجال سے بخوبی ثابت ہوسکتی ہے
اور اسکا مدار قدمائے محدثین رحمہم اللہ کی رائے اور اجتہاد پر ہے جنھوں
نے تجربہ اور وجدان سے قاعدے ایجاد کئے اور اپنے معاصرین کی جرح
اور تعدیل کی چنانچہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نکت میں لکھا ہے
فاختلفت اقوالهم لاختلاف اجتهادهم۔ پھر متاخرین نے اپنے
اپنے معتمد علیہ کی تقلید کرکے ہر ایک پر حکم لگایا اور اوسی وجدان
یا تقلید کی وجہ سے جس کی نسبت جو اعتقاد کیا خواہ جرح ہو یا تعدیل
اوسی پر قایم رہے حالانکہ محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ تعدیل بعد
جرح کے مفید نہیں۔ چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
نے خطیب کا قول نقل کیا ہے قیل ان زاد المعدلون قدم التعدیل
لان کثرتهم یقوی حالهم ویوجب العمل بخبرهم وقلة
المجرحین یضعف خبرهم قال الخطیب وهذا خطأ

ویعد ممن توھمہ لان المعدلین وان کثروا لم یخبروا عن عدم ما اخبر بہ الجارحون ولو اخبروا بذلک فکانت شھادۃ باطلۃ علی نفی یعنے جو لوگ کہتے ہیں کہ معدلین اگر زیادہ ہوں اور جرح کرنے والے کم تو معدلین کا قول معتبر ہوگا سو یہ اونکی خطا ہے اس لئے کہ جو علت جرح کرنے والوں نے قائم کی ہے معدلین نے اوسکے عدم کی خبر نہیں دی اور اگر دی بھی تو وہ گواہی نفی کی ہوگی اور نفی کی گواہی باطل ہے انتہیٰ۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ قدمائے محدثین نے اگر کسی پر جرح کی ہو اور اوسی شخص کی تعدیل متاخرین سے کسی نے کی تو یہ تعدیل تقلیداً ہوگی نہ تحقیقاً۔ اس لئے کہ اگر معدلین کو درجہ شہود میں قائم کریں تو بھی یہ شہادت نفی کی ہوگی جو باطل ہے خصوصاً مقابلہ میں شہادت اثبات کے جو عدول نے دی ہے۔ مثلاً عکرمہ کو ابن سیرین اور یحییٰ بن معین وغیرہ اکابر محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب کہا ہے اور ایوب نے کہا کہ وہ کذاب نہ تھے۔ باوجود اسکے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اون کے اور دوسرے بعض اساتذہ کے قول پر اون کی روایات کو صحیح میں داخل کیا تو یہ تعدیل تقلیداً ہے کیونکہ تقلید کے معنی یہی ہیں کہ کسی معتبر شخص کے قول کو بلا دلیل مان لینا اور یہ تقلید ایسے امر میں ہوئی جو جائز نہیں ہے کیونکہ اسمیں یہ گواہی نفی شہادت اثبات کی رد میں

ہوئی جو باطل ہے۔ الحاصل اس سے معلوم ہوا کہ جرح اور تعدیل کی بنا اجتہاد
پر ہے اوس سے واقع کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ایک ہی
حدیث کو بعض حسان کے قریب کر دیتے ہیں۔ اور بعض موضوعات کے
ساتھ ملا دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابن جوزی نے موضوعات کے شروع میں لکھا ہے
الخامس الشدید الضعیف الکثیر التزلزل فہذا یتفاوت
مراتبہ عند الحسان فبعضہم یدنیہ من الحسان ویزعم
انہ لیس یقوی التزلزل وبعضہم یری شدۃ تزلزلہ فیلحقہ
بالموضوعات اگر کسی حدیث کے اسناد میں کوئی راوی ایسا ہو جس کو
محدثین نے وضاع اور کذاب کہا ہے تو بھی اس حدیث کو قطعاً موضوع
کہ نہیں سکتے بلکہ اگر کوئی راوی خود خبر دے کہ میں نے یہ حدیث بنائی ہے
اوسکو بھی قطعاً موضوع نہیں کہتے۔ چنانچہ نکت میں ابن حجر عسقلانی نے
نقل کیا ہے کہ امام نسائی کے شرائط۔ امام بخاری اور مسلم سے بھی سخت ہیں
کما قال وحکی ابو الفضل ابن طاہر قال سألت سعد بن علی
الزنجانی عن رجل فوثقہ فقلت لہ ان النسائی لم یحتج بہ فقال
یا بنی ان لابی عبد الرحمن شرطاً فی الرجال اشد من شرط البخاری
ومسلم باوجود اسکے اونکا قول ہے کہ جب تک کل محدثین کا اجماع کسی
راوی کے متروک ہونے پر نہ ہو جائے وہ متروک نہیں ہو سکتا اور جس

کسی راوی کا متروک ہونا اس کی روایت کے موضوع ہونے کو مستلزم نہیں

حدیث کی اسناد میں اس قسم کا راوی ہو قطعاً وہ حدیث موضوع نہیں ہو سکتی کما قال فی النکت ایضاً قال النسائی لا یترك الرجل عندی حتی یجمع الجمیع علی ترکہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری کے باب (من جوز الطلاق الثلث) میں لکھا ہے ولیس کل راوٍ مختلف فیہ مردود بلکہ اگر خود راوی کہدے کہ میں نے یہ حدیث بنائی ہے تو اوس حدیث کو بھی قطعاً موضوع نہیں کہہ سکتے چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے قال البخاری فی التاریخ الاوسط حدثنی یحیی الاشکری عن علی بن جدیر قال سمعت عمر بن صبیح یقول انا وضعت خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد استشکل ابن دقیق العید الحکم بالوضع باقرار من ادعی وضعہ لان فیہ عملا بقولہ بعد اعترافہ علی نفسہ بالوضع قال وھذا کاف فی ردہ لکن لیس بقاطع فی کونہ موضوعاً لجواز ان یکذب فی الاقرار بعینہ وقیل ھذا لیس باستشکال منہ انما ھو توضیح وبیان وھو ان الحکم بالوضع بالاقرار لیس بامر قطعی موافق لما فی نفس الامر لجواز کذبہ فی الاقرار علی حد ما تقدم ان المراد بالصحیح والضعیف ما ھو الظاھر لا فی نفس الامر یعنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ اوسط

میں لکھا ہے کہ روایت کی مجھ سے یحییٰ اشکری نے علی جدیر سے کہا اونھوں
نے کہ سنا میں نے عمر بن صبیح سے وہ کہتے تھے بنایا میں نے خطبہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ حدیث بنانے والے کے اقرار سے
حدیث کو موضوع کہنے میں اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ اوسمیں بھی لازم آتا ہے
کہ بعد اعتراف وضع کے اوس کے قول پر عمل کیا جائے اور یہ اگرچہ اوس
حدیث کے رد کرنے کے لئے کافی ہے لیکن قطعاً یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ
حدیث نفس الامر میں موضوع ہو۔ کیونکہ جائز ہے کہ کسی غرض سے جھوٹ
اقرار کرلیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ اشکال نہیں۔ مقصود اس بیان سے
توضیح ہے کیونکہ حکم بالوضع اقرار سے قطعی اور موافق نفس الامر کے نہیں ہے
کیونکہ جائز ہے کہ وہ اقرار جھوٹا ہو۔ یہ ایسی بات ہے جیسے صحیح اور ضعیف کا
حکم کرنا ظاہر پر ہوتا ہے نہ بحسب نفس الامر انتہیٰ۔ یعنے محدثین کے کل حکم
بحسب ظاہر ہیں نفس الامری نہیں۔ چنانچہ اسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ
قریب آئے گا پھر جب خود اقرار سے واضع کی موضوعیت واقعی ثابت نہو تو
صرف قرائن سے کیونکر ثابت ہوسکے۔ اور جب ایسے شخص کی حدیث کو
بعض اہل حدیث اپنے کتابوں میں بلا تصریح موضوعیت کی روایت
کریں جن کو محدث مانتے ہیں تو وہ خود راوی قابل ترک نہ ہوگا۔
میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے لکھا ہے ولا یستحق الترک من

مروی عنہ بعض الثقاۃ یعنے جس شخص سے بعض ثقاۃ نے روایت کی ہو تو وہ شخص ترک کرنے کے قابل نہوگا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ایکی معلوم ہوا کہ جب تک کل محدثین کا اجماع کسی راوی کے متروک ہونے پر نہ ہوجائے تو وہ متروک نہیں ہوتا۔ الحاصل راوی کے ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اوس کے مرویات قطعاً موضوع نہیں ہوتے۔ اب اون قرائن کو دیکھنا چاہئیے جو نفس حدیث میں ہوں منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ الفاظ حدیث میں رکاکت ہو جو شان فصاحت نبوی علی صاحبہا الف الف صلوۃ و تسلیم سے بعید ہے۔ اور یہ قرینہ بھی قطعی نہیں اس لئے کہ روایت بالمعنی اکثر محدثین کے پاس درست ہے تو جائز ہے کہ وہ روایت بالمعنی ہو یعنے مضمون اوسکا صحیح اور الفاظ حدیث شریف کے نہوں۔ چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قول شیخ الاسلام کا نقل کیا ہے اما رکاکۃ اللفظ فلا تدل علی ذلک لاحتمال ان یکون رواہ بالمعنی فغیر الفاظہ بغیر فصیح دوسرا قرینہ یہ ہے کہ معنی میں رکاکت ہو اسکے کئی صورتیں ہیں ایک یہ مخالف عقل کے ہو یہ بھی کلیہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جس عقل کی مدح میں حدیث ھی ام المرء عقلہ وافلح من رزق لبًا وارد ہے وہ خود دیکھیا ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما خلق اللہ شیئًا فی الارض اقل

راوی کے ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اوس کی مرویات قطعاً موضوع نہیں ہوتے

من العقل وان العقل فی الارض اقل وفی روایۃ اعزمن الکبریت الاحمر الرویانی وابن عساکر عن معاذ بن جبل رحمۃ اللہ علیہ کذا فی الجامع الصغیر یعنے روایت ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں پیدا کیا اللہ تعالی نے کوئی شئے زمین پر جو عقل سے زیادہ نادرالوجود ہو البتہ عقل روئے زمین پر کبریت احمر سے بھی زیادہ نادرالوجود ہے۔ اگر ایسی عقل سلیم نصیب ہو تو اوس احادیث کو جو بظاہر خلاف عقل ہیں مگر اعتقاد سے مان لیگیں مثل احادیث معراج وحشر وصراط وغیرہ کے اعتقاد مان سکتے ہیں جبتک کہ خلاف عقیدۂ اہل سنت وجماعت نہ ہو۔ اور اگر بظاہر خلاف عقیدہ بھی ہے مگر تاویل صحیح قبول کرسکتی ہے تو جب بھی قطعاً موضوع نہ ہوگی۔ کیونکہ اکثر احادیث میں تاویل ہوا کرتی ہے تو جائز ہے کہ یہ بھی اس قسم کی ہو چنانچہ خطیب کی تصریح سے یہ بات ابھی ظاہر ہوجائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خلاف نصوص قطعیہ یا حدیث متواترہ یا اجماع وغیرہ کے ہو تو یہ بھی نفس الامر میں موضوع اوسوقت سمجھی جائے گی جبکہ تاویل قبول نہ کرے۔ اور ظاہر ہے کہ باب تاویل وسیع ہے۔ تدریب الراوی میں لکھا ہے وکمایدخل فی قرنیۃ حال المروی ما نقل عن الخطیب عن ابی بکر ابن الطیب ان من جملۃ دلائل

الوضع ان یکون مخالفاً للعقل بحیث لا یقبل التاویل ویلحقه
ما یدفعه الحس والمشاهدة او یکون منافیا لدلالة الکتاب
القطعیة او السنة المتواترا والاجمال القطعی اما المعارضة
مع امکان الجمع فلا یعنے جو قرینے مروی ہیں ہونے ہیں اونیں سے بعضے
وہ ہیں جو خطیب سے نقل کئے گئے ہیں انھوں نے نقل کیا ہے ابو بکر بن
طیب سے کہ منجملہ دلائل وضع کے ایک یہ ہے کہ حدیث مخالف عقل ہو
اس طور پر کہ تاویل قبول نکر سکے اور اسکے ساتھ یہ قرینہ بھی لاحق ہے
کہ دفع کرے اوس حدیث کو حس اور مشاہدہ یا منافی دلالت قطعی کتاب
یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے ہو لیکن جب کسی طور سے اون دونوں میں
توفیق ہو سکے اور منافاۃ اوٹھ جاوے تو وہ بھی قرینہ وضع کا نہ ہوگا انتہی
قال ابن حجر فی النکت ولو فتح الناس هذا الباب (ای الحکم
بالوضع للتعارض) لرد الاحادیث ویقبل کثیر من احادیث
الصحیحین البطلان امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سبیل النجاۃ میں لکھا ہے
قال ابن حجر فی نکتہ علی ابن الصلاح قد اخطأ من حکم بالوضع
بمجرد مخالفة السنة واکثر من ذلک الجوزقانی فی کتاب
الاباطیل وهذا انما یتاتی حیث لا یمکن الجمع بوجه من
الوجوه اما مع امکان الجمع فلا کما زعم بعضهم ان الحدیث

الذی رواه الترمذی وحسنه من الحدیث ابی هریرة لا یؤمن
عبد قوما فیخص نفسه بدعوة دونهم فان فعل فقد خانهم
موضوع لانه صلی الله علیه وسلم قد صح عنه انه کان
یقول اللهم باعد بینی و بین خطایای وغیر ذلک لانا نقول
یمکن حمله علی ما لا یشرع للمصلی من الادعیة لان الامام
والماموم یشترکان فیه بخلاف ما لم یوثره وکما زعم
ان حبان فی صحیحه ان قوله صلی الله علیه وسلم انی لست
کاحدکم انی اطعم واسقی دال علی ان الاخبار التی فیها
انه کان یضع الحجر علی بطنه من الجوع باطلة وقد رد علیه
ذلک الحافظ ضیاء الدین الدمشقی وکفی هذا کله کلام
حافظ ابن حجر فی النکت وقال الشیخ بدر الدین الزرکشی
فی تعلیقه علی ابن الصلاح جعل بعضهم من دلائل الوضع
ان یخالف صحیح السنة وهذه هی طریقة ابن خزیمة وابن
حبان وهی ضعیفة لاسیما حیث امکن الجمع قال ابن خزیمة
فی صحیحه فی حدیث لا یؤمن عبد قوما فیخص نفسه بدعوة
فان فعل فقد خانهم هذا حدیث موضوع فقد ثبت قوله
صلی الله علیه وسلم اللهم باعد بینی و بین خطایای الحدیث

لا ینتھی الی ذالک فقد حسنه الترمذی وغیرہ ولیس بمعارض
بحدیث الاستفتاح لامکان حمله علی ما لو یشرع للامام والمامو
وقال ابن حبان فی صحیحه فی قوله صلی الله علیه وسلم
انی لست کاحدکم انی اطعم واسقی ھذا الخبر یدل علی
ان الاحادیث التی جاء فیھا انه کان یضع الحجر علی بطنه
کلھا اباطیل وانما الحجز وھو طرف الازار اذ الله جل وعلا
کان یطعم رسوله ویسقیه اذا وصل فکیف یترکه
جائعا مع عدم الوصال حتے یشد الحجر علی بطنه وما یغنی
الحجر من الجوع انتہی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اون احادیث کو جو
شدت جوع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلالت کریں یا جن میں
وضع حجر علی البطن کی تصریح ہے۔ ابن حبان نے باطل ٹھیرایا ہے۔ حالانکہ
صحیح بخاری میں یہ حدیثیں موجود ہیں قال سعید سمعت عن جابر
بن عبد الله قال لما حفر الخندق رایت النبی صلی الله
علیه وسلم خمصا شدیدا۔ فالقیت الی امراتی فقلت
ھل عندک شئ فانی رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم
خمصا شدید الحدیث۔ رواہ البخاری۔ وعن ایمن قال اتیت
جابرا فقال انا یوم خندق نحفر فعرضت کدیة شدیدة

فجاؤا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ھذہ کدیة عرضت فی الخندق فقال انا نازل ثم قام وبطنہ معصوب بحجر الحدیث وفی اخرہ فقلت لامرأتی رایت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا ما فی ذلک صبر فعندک شئ قالت عندی شعیر وعناق الحدیث رواہ البخاری اور شاید اسی قاعدہ کی بنا پر ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک یعنے اے علی سوائے میرے اور تمھارے کسی کو درست نہیں کہ بحالتِ جنابت اس مسجد میں جاوے اور بظاہر یہ علت قائم کی کہ اوسمیں اکثر شیعی ہیں حالانکہ اس حدیث کو ترمذی۔ بیہقی نے روایت کی ہے۔ اور اس کے شواہد بھی بکثرت ہیں جن کی تخریج بزاز۔ ابو یعلی۔ بیہقی نے۔ اور بخاری اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کی ہے۔ اور عمر بن الخطاب اور عائشہ صدیقہ۔ ام سلمہ سعید بن ابی الوقاص۔ جابر بن عبد اللہ ابی سعید خدری رضی اللہ عنہم کی روایت سے وارد ہے کما قال السیوطی رحمة اللہ تعالی علیہ فی التعلیقات حدیث ابی سعید یا علی لا یحل لاحد یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک فیہ کثیر النوعان فی التشیع عن عطیة العوفی ضعیف قلت اخرجہ الترمذی

والبیھقی فی سننہ من طریق سالم بن ابی حفصۃ عن عطیۃ
فزالت تھمۃ کثیر وقال الترمذی حسن غریب وقال سمعہ
منی محمد بن اسمعیل وقال النووی انما حسنہ الترمذی
بشواھدہ قلت ورد من حدیث سعد بن ابی وقاص اخرجہ
البزاز وعمر بن الخطاب رضہ اخرجہ ابو یعلی وام سلمۃ اخرجہ
البیھقی فی سننہ وعایشۃ رضی اللہ عنہ اخرجہ البخاری
فی تاریخہ والبیھقی وجابر بن عبد اللہ اخرجہ ابن عساکر
فی تاریخہ ومن مرسل ابی حازم اخرجہ الزبیر بن بکار
فی اخبار المدینۃ اگر کہا جائے کہ جب بعض محدثین نے ایسی حدیث
کو موضوع کہہ دیا ہے تو اوسمیں تاویل کرکے موضوعیت سے اوس کو
نکالنا کیا ضرور ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ حاصل ان دونوں قرینوں کا
یہی ہے کہ مخالفت عقل ونصوص کی وجہ سے وہ موضوع ٹھیرائی جارہی ہے
اور جب کسی وجہ سے وہ مخالفت رفع ہوجائے تو اوس حدیث کو
موضوع کہنا بلا وجہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ بلا وجہ کسی حدیث کو موضوع
کہہ دینا گناہ سے خالی نہیں اور یہ صریح ممنوع ہے۔ کما ورد عن
سلیمان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کذب
علی متعمدا فلیتبوأ بیتا فی النار ومن رد حدیثا بلغہ عنی

فانا مخاصمہ یوم القیمۃ واذا بلغکم عنی حدیث فلم تعرفونہ فقولوا اللہ اعلم طب کذا فی کنز العمال یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے قصداً جھوٹ بات بنا کر اوس کی نسبت میری طرف کی تو چاہیئے کہ وہ شخص اپنا گھر دوزخ میں بنالے اور جس نے رد کیا اوس حدیث کو جو پہونچی ہے اوس کو مجھ سے تو قیامت کے دن میں اوس کا دشمن ہونگا اور جو پہونچے تم کو ایسی حدیث جو نہ جانتے ہو تم بسبب نہ معروف و نہ مشہور ہونے اوس کے تو (اللہ اعلم کہدو) روایت کی اس کو طبرانی نے میں بہرحال حدیث کو بلا وجہ رد کر دینا یا اوس سے انکار کرنا سوا اس کے نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن بنا لینا ہے عیاذاً باللہ۔ اگر سمجھ میں نہ آوے تو سکوت چاہیئے نہ یہ کہ حکم بالوضع کرنا جو بن وجہ رد ہے۔ امام سیوطی نے تعقبات میں لکھا ہے کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا

من احتجم یوم الاربعاء و یوم السبت فاصابہ مرض فلا یلومن الا نفسہ یعنے جس نے چارشنبہ یا شنبہ کے دن پچھنے لگایا اور کسی بیماری میں مبتلا ہو گیا تو وہ اپنے کو ملامت کرے۔ پھر آخر بحث میں یہ واقعہ نقل کیا کہ محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو اس حدیث میں کلام تھا وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اوس پر پروا نہ کر کے

(چہار شنبہ کے دن فصدلی ساتھ ہی مرض برص مجھ پر نمایاں ہوا خوش قسمتی سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اپنی حالت عرض کی۔ فرمایا خبردار اب سے میری حدیث کی کبھی استہانت نہ کرنا۔ یہ عبارت تعلیقات کی اس پر شاہد ہے۔ ثم روی الدیلمی بسندہ عن ابن عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیشاپوری قال قلت یوما ان ھذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی برص فرائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی **ف** اس پر اور ایک بات معلوم ہوئی کہ محمد بن جعفر نیشاپوری نے جو اس قصہ کو ذکر کیا اور بعد اس خواب کے اون کو اس حدیث کی پوری تصدیق ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ پورا واقعہ بیان کیا کرتے تھے۔ اسی طرح تعلیقات مذکورہ میں لکھا ہے حدیث من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ یعنے جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اوسکو بھی مثل اوسی مصیبت زدہ کے ثواب ہوتا ہے۔ یہ روایت علی بن عاصم نے۔ محمد بن سوقہ سے کی ہے جنمیں محدثین کو کلام ہے چنانچہ اسی وجہ سے ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ محمد بن ہارون کہتے ہیں کہ

میں نے ایکبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ
علی بن عاصم حدیث (من عزی مصابا) ابن سوقہ سے روایت کرتے
ہیں کیا مدہ آپ نے فرمایا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔ بیہقی لکھتے ہیں کہ
اسکے بعد محمد بن ہارون جب کبھی اس حدیث کو روایت کرتے روتے۔
کما قال واخرج البیہقی فی شعب الایمان عن محمد بن ہارون
وکان ثقۃ صدوقا قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی المنام فقلت یا رسول اللہ علی بن عاصم الذی یرویہ
عن ابن سوقۃ من عزی مصابا۔ ھل عنک قال نعم فکان
محمد ھرون کلما حدث ھذا الحدیث بکی اور صحیح مسلم میں ہے
حدثنا علی بن مسہر قال سمعت انا وحمزۃ الزیات من ابان
ابن ابی عیاش نحو من الف حدیث قال علی لقیت حمزۃ
فاخبرنی انہ رائی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فعرض
علیہ ما سمع من ابان فما عرف الا شیئا یسیرا خمسۃ او ستۃ
یعنی علی بن مسہر کہتے ہیں کہ میں نے اور حمزہ زیات نے ابان بن ابی عیاش
سے قریب ہزار حدیثوں کے سنیں بعد چند روز کے حمزہ زیات سے
میں نے ملاقات کی تو مجھ کو کہنے لگے کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی رویت سے مشرف ہوا اور جتنی حدیثیں کہ ابان سے سنی تھیں

وہ پیش کیں۔ حضرت نے سوائے پانچ چھ حدیثوں کے کسی حدیث کی تصدیق نہیں فرمائی۔ امام مسلم نے اس روایت کو اون روایات میں ذکر کیا ہے جنمیں اون کو راویوں کے عیوب بیان کرنا مقصود ہے۔ غرض یہ کہ ابان کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں ہیں ان قرائن اور تصریحات اور ان احادیث سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے باب میں وارد ہیں مثل من رانی فی المنام فقد رای الحق وغیرہ کے یہ بات سمجھ میں آسکتی کہ مثل محدثین کے اولیاء اللہ بھی بہت سے حدیثیں خواب میں یا کشف صحیح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصحیح کر لیتے ہونگے جب عموماً کسی بزرگ کی ولایت مسلم ہو جائے تو اس بناپر اون کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو مان لینے میں کوئی محل تردد نہ ہوگا اگر بالیقین یہ مسلمہ مسئلہ معلوم کرنا ہو کہ اولیاء اللہ عالم بیداری میں کس قدر دریافت کرسکتے ہیں تو کواکب زاہرہ میں دیکھ لیں جس کو شیخ ابو الفضل عبد القادر بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس مسئلہ کی تحقیق میں تصنیف کی ہے اور بدلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت کردیا کہ حالت بیداری میں رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف ممکن بلکہ واقعی ہوتی ہے۔ تیسرا قرینہ وضع کا جو نفس حدیث میں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب یا وعید سخت ہو چنانچہ تدریب الراوی

اولیاء اللہ کو خواب میں یا کشف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض حدیثوں کی تصحیح کر لیتے ہیں

میں لکھا ہے و منھا الافراط بالوعید الشدید علی الامر الصغیر والوعد العظیم علی الفعل الحقیر وھذا کثیر فی حدیث القصاص والاخیر راجع الی الرکۃ۔ مگر اس پر بھی قطعیت وضع کی معلوم نہیں ہوسکتی کیونکہ کثرت ثواب کا مدار تو فضل الٰہی پر ہے۔ دیکھ لیجئے ایک رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت پر فضیلت ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر خیر من الف شہر اور حدیث بطاقہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کما فی المواھب وشرحہ للزرقانی حدیث البطاقۃ مشھور قد رواہ الترمذی وقال حسن غریب وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ والبیہقی من حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص یرفعہ بلفظ ان اللہ یستخلص رجلا من امتی علی رؤس الخلائق یوم القیمۃ فینشر علیہ تسعۃ وتسعون سجلا کل سجل منھا مثل مد البصر ثم یقول اتنکر من ھذا شیئا اظلمک کتبتی الحافظون فیقول لا یارب فیقول افلک عذر فیقول لا یارب لفظ الحدیث عند المذکورین فیقول افلک عذر او حسنۃ فھاب الرجل فیقول لا یارب فیقول بلی ان لک عندنا حسنۃ وانہ لا ظلم علیک الیوم فتخرج بطاقۃ فیھا اشھد

نا نسخہ خاص

ان لا اله الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ فیقول احضر وزن فیقول یارب ماھذہ البطاقۃ مع ھذہ السجلات فقال انک لا تظلم قال فوضع السجلات فی کفۃ والبطاقۃ فی کفۃ فطاشت السجلات وثقلت البطاقۃ فلا یثقل مع اسم اللہ شئی یعنے روایت ہے عبداللہ بن عمرو ابن عاص سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلائے گا حق تعالی میرے امتیوں میں سے ایک شخص کو تمام خلائق کے روبرو قیامت کے دن پس کھولے گا اوس کے روبرو ننانوے ۹۹ سجل ہر سجل اتنا ہوگا جہاں تک نگاہ پہونچتی ہے اور فرمائے گا کیا تجھے انکار ہے اس سے کسی چیز کا کیا تجھ پر ظلم کیا لکھنے والے میرے فرشتوں نے وہ عرض کرے گا نہیں اے پروردگار۔ پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر یا کوئی نیک کام ہے سوائے اسکے۔ یہ سن کر اوس شخص کو ہیبت ہوجائے گی اور عرض کرے گا اے پروردگار اسکے سوا نہ کوئی نیک کام ہے نہ کوئی عذر پھر ارشاد ہوگا کہ کیوں نہیں۔ ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے۔ اور آج تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ پھر نکالے گا حق تعالی ایک پرچہ کاغذ کا جسمیں اشھد ان لا اله الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ لکھا ہوگا اور حکم ہوگا کہ اب جا اپنے اعمال تلنے کی جگہ

وہ عرض کرے گا اے پروردگار ان دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرچہ کیا چیز ہے۔ ارشاد ہوگا تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رکھے جائیں گے وہ تمام دفتر ایک پلہ میں اور وہ پرچہ ایک پلہ میں۔ اور جب وزن کیا جائے گا تو وہ تمام دفتر ہلکے ہوجائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہوگی۔ روایت کی اسکو ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان اور حاکم نے اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور کنز العمال میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسند میں روایت کی اور حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط مسلم پر۔ اب دیکھئے کہ گناہوں کے اتنے بڑے بڑے ۹۹ ننانوے دفتر کے مقابلہ میں ایک چھوٹی چٹھی کلمہ طیبہ کی کس شمار میں ہے مگر جب فضل خدا ہوا تو وہ سب طے رکھے رہیں گے اور سیکڑوں برس کی عبادت کا جو نتیجہ ہوتا ہے ایک چھوٹی سی چٹھی سے نکل آیا۔ پس معلوم ہوگیا کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب مستبعد نہیں۔ جب یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہوگئی تو اس سے بڑھکر اور کیا بات ہوگی جس کے ماننے میں تردد ہو اور خواہ مخواہ اوس کو قرینہ وضع کا بنالیا جائے۔ اور اسی طرح یہ حدیث مشکوۃ میں ہے عن ابن عباس

رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس
ابن عبد المطلب یا عباس یا عماہ الا اعطیک الا امنحک
الا احبوک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت
ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ واخرہ قدیمہ وحدیثہ
خطأ وعمداً صغیرۃ وکبیرۃ سرۃ وعلانیۃ ان تصلی
اربع رکعات تقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب وسورۃ
فاذا فرغت من القراۃ فی اول رکعۃ وانت قائم قلت
سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خمس عشرۃ مرۃ
ثم ترکع فتقولها وانت راکع عشرا ثم ترفع راسک من
الرکوع فتقولها عشرا ثم تهوی ساجدا فتقولها وانت ساجد
عشرا ثم ترفع راسک من السجود فتقولها عشرا ثم تسجد
فتقولها عشرا ثم ترفع راسک فتقولها عشرا فذلک خمس
وسبعون فی کل رکعۃ تفعل ذلک فی اربع رکعات
ان استطعت تصلیها فی کل یوم مرۃ فافعل فان لم تستطع
ففی کل جمعۃ مرۃ فان لم تفعل ففی کل شهر مرۃ فان لم
تفعل ففی کل سنۃ مرۃ فان لم تفعل ففی عمرک مرۃ رواہ
ابوداود وابن ماجۃ والبیهقی فی الدعوات وروی الترمذی

فضیلت نماز تسبیح

عن ابی رافع بنحوہ اور ترمذی کی روایت میں ہے ولو کانت ذنوبك
مثل رمل عالج غفرھا اللہ الخ یعنے روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبد المطلب
رضی اللہ عنہ سے کہ اے عباس اے میرے چچا کیا نہ عطا کروں میں
تم کو کیا نہ بخشش کروں میں تم پر کیا نہ دوں تم کو کیا نہ احسان کروں میں
تمہارے ساتھ اس قسم کا کہ جب کروگے تم وہ کام جو تبلاتا ہوں میں
تم کو تو بخش دے گا حق تعالیٰ تمہارے گناہ اول و آخر کے۔ پرانے
اور نئے۔ خطا سے کئے ہوے یا قصداً۔ چھوٹے اور بڑے۔ پوشیدہ
اور ظاہر اگرچہ بکثرت مثل ریتی کے ہوں وہ یہ ہے کہ پڑھو تم چار رکعت
ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسرا ایک سورہ پھر بعد قرارت
کے حالت قیام میں کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر
پندرہ مرتبہ پھر رکوع کرو اور وہی کلمہ دس مرتبہ پڑھو۔ پھر رکوع سے
سر اوٹھا کر دس مرتبہ۔ پھر سجدہ میں دس مرتبہ۔ پھر جلسہ میں دس مرتبہ
پھر سجدہ میں دس مرتبہ۔ پھر سجدہ سے سر اوٹھا کر قیام سے پہلے بیٹھکر دس مرتبہ
اوسی کلمہ کو کہو۔ اس ترکیب سے ایک رکعت ہوئی جسمیں پچھتر مرتبہ وہ کلمہ پڑھا گیا
پھر ہر رکعت میں ایسا ہی کرو اگر تم سے ہو سکے تو یہ نماز ہر روز ورنہ
ہر جمعہ میں ایک بار ورنہ ہر مہینے میں ایکبار ورنہ برس میں ایک بار

اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک بار پڑھو۔ روایت کی اسکو
ابوداود ترمذی ابن ماجہ۔ اور بیہقی رحمہم اللہ نے انتہیٰ۔ دیکھئے
کس قدر رحمت الٰہی ہے کہ صرف چار رکعت پڑھنے سے عمر بھر کے
گناہ اگلے پچھلے صغیرہ کبیرہ وغیرہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔
تھوڑے فعل سے کثرت ثواب اور کیا اس سے زیادہ ہو سکتا ہے
مگر شاید اسی وجہ سے کہ بہ نسبت حیثیت عمل کے ثواب بہت زیادہ
ہے ابن جوزی نے اس حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کر دیا
اور یہ علت قائم کی کہ اوس کی اسناد میں صدقہ ضعیف ہیں۔
اور موسیٰ بن عبد العزیز مجہول اور موسیٰ بن عبیدہ غیر معتبر ہیں۔
امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اکثر حفاظ حدیث
نے ابن جوزی پر رد کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے خصال مکفرہ میں
لکھا ہے کہ برا کیا ابن جوزی نے جو اس حدیث کو موضوعات میں
داخل کیا۔ اور امانی وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے
قرارت خلف امام میں اور ابو داؤد و ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں
اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی اور ابن شاہین واجری و خطیب
و ابو سعید سمعانی و ابو موسیٰ و ابو الحسن و ابن الفضل منذری و ابن
صلاح و نووی رحمہم اللہ وغیرہم نے روایت کی ہے اور ابن مندہ نے

اکثر حفاظ حدیث نے ابن جوزی پر رد کیا ہے

خاص اس باب میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور کہا دیلمی نے
فردوس میں کہ صلوٰۃ التسبیح اور نمازوں سے زیادہ تر صحیح ہے۔
روایت کی بیہقی وغیرہ نے ابی حامد مشرقی سے کہ ایکبار میں مسلم کے
پاس بیٹھا تھا اور میرے ساتھ حدیث صلوٰۃ التسبیح تھی جو بروایت
عکرمہ عن ابن عباس مروی ہے مسلم نے دیکھ کر کہا کہ اس باب میں
اس سے بہتر کوئی اسناد نہیں اور ذکر کیا ترمذی نے کہ ابن مبارک وغیرہ
اہل علم نے بھی صلوٰۃ التسبیح پڑھی ہے اور اوس کی فضیلت بیان کی
اور کہا بیہقی نے کہ اس سے حدیث مرفوع کی تقویت ہوتی ہے۔
ابن حجر نے لکھا ہے کہ کئی طریقوں سے یہ حدیث مروی ہے جس کو
ابن راہویہ و ابن خزیمہ و حاکم و طبرانی و دارقطنی و ابن شاہین
و ابونعیم و عبدالرزاق وغیرہم نے روایت کی ہے اور ابن جوزی نے
جو صدقہ کی نسبت کلام کیا ہے سو شاید اون کو صدقہ ابن یزید
خراسانی سمجھا ہو جو متروک ہیں۔ حالانکہ یہ صدقہ ابن عبداللہ ہیں
جن کا لقب سمین ہے اور وہ متروک نہیں۔ اور جو موسیٰ بن عبیدہ
میں کلام کیا ہے وہ بات مردود ہے اسلئے کہ موسیٰ کذاب نہیں ہے
اور موسیٰ بن عبدالعزیز کو جو مجہول کہا اوسمیں بھی خطا کی اس لئے
کہ یحییٰ بن معین اور نسائی نے اون کی توثیق کی اور بہت لوگوں نے

اون سے روایت لی ہیں انتہی ملخصاً پوری عبارت تعقبات کی یہ ہے
حدیث العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صلوٰۃ التسبیح فیہ صدقۃ بن
یزید الخراسانی ضعیف وحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما
فیہ موسی بن عبد العزیز مجہول وحدیث ابی رافع فیہ موسی
ابن عبیدۃ لیس بشئ قلت قد اکثر الحفاظ من الرد علی ابن
جوزی فی ھذا الحدیث قال الحافظ ابن حجر فی الخصال
المکفرۃ اساء ابن الجوزی بذکرہ ایاہ فی الموضوعات قال
وقولہ ان موسی عبد العزیز مجہول لم یصب فیہ فان ابن
معین والنسائی وثقاہ وقال فی امالیہ حدیث ابن عباس
اخرجہ البخاری فی القرأۃ خلف الامام وابوداود وابن ماجہ
وابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ والبیہقی وغیرہم
وقال ابن شاہین فی الترغیب سمعت ابابکر بن ابی داؤد
یقول سمعت ابی یقول صح فی صلوٰۃ التسبیح ھذا قال موسی
بن عبد العزیز وثقہ ابن معین والنسائی وابن حبان وروی
عنہ خلقٌ واخرج لہ البخاری فی القرأۃ ھذا الحدیث بعینہ
واخرج فی الادب حدیثا فی سماع الرعد وببعض ھذہ الامور
ترفع الجہالۃ وممن صحح ھذا الحدیث اوحسنہ غیر من تقدم

ابن مندہ والف فیہ کتابا واجری والخطیب وابوسعد
السمعانی وابوموسی وابوالحسن وابن الفضل والمنذری وابن
الصلاح والنووی فی تھذیب الاسماء واخرون وقال الدیلمی
فی مسند الفردوس صلوۃ التسبیح اشھر الصلوۃ واصحھا
اسنادا وروی البیھقی وغیرہ عن ابی حامد الشرقی قال
کنت عند مسلم بن الحجاج ومعی ھذا الحدیث عن عبد الرحمن
بن بشر یعنی حدیث صلوۃ التسبیح من روایۃ عکرمۃ عن ابن
عباس فسمعت مسلما یقول لا یروی فیھا اسناد احسن من ھذا
وقال الترمذی قد روی ابن مبارک وغیرہ من اھل العلم
صلوۃ التسبیح وذکروا الفضل فیہ وقال البیھقی کان عبد اللہ
ابن المبارک یصلیھا وتداولھا الصالحون بعضھم عن بعض
وفی ذلک تقویۃ للحدیث المرفوع قال الحافظ ابن حجر واقدم
من روی عنہ عند فعلھا صریحا ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ
البصری من ثقات التابعین وثبت ذلک عن جماعۃ بعدہ
واثبتھا ائمۃ الطریقین من الشافعیۃ وللحدیث ابن عباس
ھذا طرق فتابع موسی بن عبد العزیز عن الحکم بن ابان
ابراھیم بن الحکم ومن طریقہ اخرجہ ابن راھویہ وابن

خزیمۃ والحاکم وتابع عکرمۃ عن ابن عباس عطاءً واخرجہ
الطبرانی وابونعیم بسندٍ رجالہ ثقات وابو الجوزاء اخرجہ
الطبرانی والدارقطنی فی صلوٰۃ التسبیح من طریق عنہ ومجاہد
اخرجہ الطبرانی فی الاوسط فہذا ست طرقٍ واما حدیث
العباس فاخرجہ الدارقطنی فی الافراد وابن شاہین
فی الترغیب قال الحافظ ابن حجر وظن ابن الجوزی ان صدقہ
الذی فیہ ابن یزید الخراسانی ولیس کذلک انما ہو
ابن عبد اللہ المعروف بالسمین ضعفہ من قبل حفظہ وثقہ
جماعۃ فیصلح فی المتابعات بخلاف الخراسانی فانہ متروک
ولہ طرق اخری اخرجہا ابراہیم ابن احمد الحرفی فی فوائدہ
وفی مسندہ حماد بن عمرو النصی کذبوہ واما حدیث ابی رافع
فاخرجہ الترمذی وابن ماجۃ قال الحافظ وقول ابن الجوزی
ان موسی بن عبیدۃ علۃ الحدیث مردود فانہ لیس بکذاب
مع مالہ من الشواہد وقد ورد حدیث صلوٰۃ التسبیح
من حدیث الفضل بن العباس اخرجہ ابونعیم فی قربان
المتقین وابن عمر واخرجہ ابوداود والدارقطنی وابن
شاہین فی الترغیب والدارقطنی والطبرانی من طرق عنہ

وعلی اخرجہ الدارقطنی والواحدی فی الدعوات من طریق عنہ وجعفر بن ابی طالب اخرجہ عبد الرزاق والدارقطنی من طریق عنہ وانہ عبد اللہ اخرجہ الدارقطنی ام سلمۃ اخرجہ ابو نعیم والانصاری ھو جابر بن عبد اللہ وقال الحافظ انہ ابو کبشۃ الانماری ومن مرسل اسماعیل بن رافع اخرجہ سعید بن منصور والخطیب فی صلوۃ التسبیح انتہی ملخصا من امالی الاذکار۔ ہر چند اس بحث میں تطویل ہوئی۔ لیکن اسکے ضمن میں یہ بات معلوم ہوئی کہ محدثین کے اجتہاد و استدلال ایک قسم پر نہیں ہیں کسی کی نظر مصالح سے متعلق ہوتی ہے اور کسی کی نفس اسناد سے۔ کہا ابن جوزی نے کہ ان اسنادوں پر مجھے اطلاع نہ تھی سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ ابن جوزی بڑے فاضل تھے ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے وفیات الاعیان میں اون کا حال لکھا ہے کہ وہ فن حدیث میں علامہ اور امام وقت تھے اون کے تصانیف اسقدر ہیں کہ اونکی عمر کا اور تصانیف کا حساب کیا گیا تو روزانہ نو جز ہوتے ہیں اونمیں سے اکثر فن حدیث میں ہیں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص کتابت حدیث کے لئے یہ اہتمام رکھا تھا کہ حدیث لکھنے کے لئے جب قلم تراشتے تو اوسکا تراشہ اوٹھا رکھتے وہ اسقدر جمع ہوگیا تھا

کہ انتقال کے قریب وصیت کی کہ میرا غسل کا پانی اوسی سے گرم کیا جائے
چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ تراشہ پانی گرم کرنے کے لئے کافی ہوا بلکہ
کچھ بچ رہا۔ باوجود اس جلالت شان کے اون کی نظر اون کتب متداولہ
پر جن سے تصحیح حدیث صلوٰۃ التسبیح ہوتی ہے کیا نہ ہوگی۔ غرض
کوئی ایک علت قائم کرکے حدیث کو موضوع قرار دینے سے اون کا
مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح سمجھی جائے تو لوگ اوس پر
اعتماد کرکے کہیں عمل نہ چھوڑ دیں۔ اسی طرح ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے
زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت میں اسقدر زور دیا کہ
جتنی حدیثیں زیارت کے باب میں وارد ہیں اون سب کو موضوع
قرار دیا۔ اس خیال سے کہ زیارت و توسل و استغاثہ وغیرہ سے شرک
لازم آتا ہے شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اونکی رد میں شفاء السقام
تصنیف کی اور اوسمیں اوس خیال کی تغلیط کرکے رجال اسانید اور
تخریج احادیث کے متعلق محققانہ بحث کی ہے اور ثابت کردیا کہ وہ
سب حدیثیں صحیح ہیں اور توسل وغیرہ درست ہے۔ چنانچہ مولانا
محمد عبد الحی نور اللہ مرقدہ ظفر الامانی میں لکھتے ہیں قال السخاوی
وممن افرد بعد ابن الجوزی فی الموضوع کراملیۃ الرضی الصنعانی
اللغوی ذکر فیھا احادیث من الشہاب للقضاعی والنجم للاقلیشی

وغيرهما كالاربعين لابن ودعان وفضائل العلماء لمحمد بن سرور البلخي والوصية لعلي بن ابي طالب وخطبة الوداع وادب النبي صلى الله عليه وسلم واحاديث ابي الدنيا الاشج ونسطور ونعيم بن سالم ودينار الحبشي وابي هدبة ابراهيم ونسخة سمعان انس رضي الله عنه عن وجهها الكثير ايضاً من الصحيح والحسن وما فيه ضعف يسير وللجوزقاني ايضاً كتاب الاباطيل اكثر فيه من الحكم بالوضع بمجرد مخالفة السنة وهو خطاء الا ان يتعذر الجمع وكذا اصنف عمر بن بدر الموصلي كتابا سماه المغني عن الحفظ والكتاب بقولهم لم يصح شئ في هذا الباب وعليه فيه مواخذات كثيرة وان كان له في كل من ابوابه سلف من الائمة خصوصاً المتقدمين انتهى كلامه قلت ومن هذا القبيل رسالة الشوكاني المسماة الفوائد المجموعة في الاحاديث الموضوعة فان فيها احاديث صحاحا وحسانا قد ادرجها بسوء فهمه وتقليده بالمتشددين المتساهلين في الموضوعات فعلى العارف الماهر التوقف في قبول كلامه وتنقيح مرامه في هذا الباب بل في جميع مسائل الذهبية فان له في تاليفاته الحديثية والفقهية اختيارات شنيعة مخالفة لاجماع الامة وعلمائها

وتحقیقات مخالفۃ للمعقول والمنقول کما لا یخفی علی ماہر
الفروع والاصول یعنے موضوعات میں صنعانی نے ایک رسالہ اور
جوزقانی نے کتاب الاباطیل اور عمر بن بدر موصلی نے مغنی لکھی جنمیں
صحیح اور حسن حدیثیں موجود ہیں اور اسی طرح شوکانی نے ایک رسالہ
لکھا جسمیں نافہمی اور تقلید سے صحیح اور حسن حدیثیں داخل کردیں
اور سوائے اسکے اونھوں نے اکثر تصانیف میں ایسے امور اختیار
کئے جو مخالف اجماع ہیں اون کے اقوال میں توقف کرنا چاہیے غرض
کبھی جرح وتعدیل میں قول معتمد علیہ کی تائید مقصود ہوتی ہے جیسا کہ
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حنفیہ کے استدلالی حدیث کی تردید کے وقت
راوی کے حال میں اقوال جرح نقل کرتے ہیں پھر اپنے مذہب کے
استدلال میں جب کوئی حدیث اونہیں راویوں سے روایت کیجاتی ہے
تو اوس پہ استدلال کرلیتے ہیں۔ اس بات کو علامہ علاء الدین
ماردینی رحمۃ اللہ علیہ نے جوہر النقی میں متعدد جگہ ثابت کردی ہے
اسی طرح کنز العمال میں حدیث فضائل عسقلانی کے بحث میں لکھا ہے
کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا۔ لیکن ابن حجر عسقلانی نے
قول مسدد میں اوسکی تردید کی۔ الغرض اکثر یہ ہوتا ہے کہ تعجب مقتضی
وشان طبیعت وغیرہ ایک صحیح غرض محدثین کے پیش نظر ہوتی ہے

جس کے لحاظ سے اسناد پر غور کرکے جرح و تعدیل میں اون اقوال پر اعتماد کرتے ہیں جو مفید مدعیٰ ہوں۔ دیکھ لیجئے حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو مستدرک کی تصنیف کے وقت ملحوظ تھا کہ جس قدر روایتیں شیخین یا احدہما کی شرط پر ملجائیں جمع کردوں چنانچہ اس قسم کی روایتیں بکثرت جمع ہوگئیں جس کی نسبت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نکت میں لکھتے ہیں۔ ان المستدرك للحاكم كتاب كثير جدا يصفو له منه صحيح كثير زائد على ما في الصحيحين على ما ذكر المصنف بعد هو مع حرصه على جمع الصحيح الزائد على الصحيحين واسع الحفظ كثير الاطلاع عزيز الرواية فيبعد كل البعد ان يوجد حديث بشرط الصحة لم يخرجه في مستدركه پھر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین اوس کی تنقیح کے طرف متوجہ ہوئے اور بہت سے حدیثوں میں کلام کرکے اون کو ضعیف بلکہ موضوع ثابت کردیا وجہ اس کی یہ ہے کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تصحیح کے طرف تھی اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تنقیح کی طرف ایسے موقع میں خواہ مخواہ بعض امور نظر سے فروگذاشت ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات اور ضعاف جمع کرنیکے طرف توجہ کی اور موضوعات میں ایک کتاب اور ضعاف میں ایک کتاب لکھی

ابن جوزی کا بعض بخاری اور بعض مسلم کی حدیثوں کو موضوعات میں داخل کرنا

جس کا نام علل متناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ہے - اور اسقدر جمع کیا کہ بعض بخاری و مسلم کی حدیثوں کو بھی موضوعات اور ضعاف میں داخل کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس جو کوئی کسی خاص مسئلہ میں رسالہ لکھتا یا تقریر کرتا ہے ہمہ تن توجہ اوس کی اس بات پر ہوتی ہے کہ جسقدر حدیثیں اپنے مفید مدعی ہوسکیں سب ذکر کر دیے جائیں - اور حتی الامکان اون کی ضعف و علل کے اوٹھانے میں بحث کیجاوے اگر کوئی اوس کی تردید کی طرف متوجہ ہو تو معاملہ برعکس ہوجاتا ہے اسمیں یہ ضرور نہیں کہ اون دونوں کا مبنی نفسانیت پر ہو بلکہ ہر ایک کی غرض صحیح ہوتی ہے جس کے پوری کرنے پر مقتضائے طبع وہ مجبور ہے اور ممکن ہے کہ بمصداق حبك الشيئ يعمي ويصم کے خطا بھی ہوجاے اصل مقصود سے تقریر خارج ہوگئی کلام تو اسمیں تھا کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب کا ہونا قرینہ وضع نہیں جیسا کہ حدیث صلوة التسبیح سے ثابت ہوا اسی طرح چھوٹے گناہ پر سخت وعید کا ہونا موضوعیت حدیث پر قطعی قرینہ نہیں ہوسکتا اسی طرح ترغیب و ترہیب منذری - و زواجر وغیرہ کتب سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ریا و سمعہ وغیرہ پر کیسی کیسی وعیدیں وارد ہیں اور سواے اسکے خود قرآن شریف میں ہے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۤؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ

وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا اَلِیْمًا یعنے جس نے قصدا کسی مسلمان کو قتل کیا تو جزا
اوس کی جہنم ہے اوسمیں وہ ہمیشہ رہے گا اور غضب اور لعنت کریگا
حق تعالی اوس پر اور مہیا کر رکھا ہے اوسکے واسطے بڑا عذاب۔ اگرچہ
قتل گناہ کبیرہ ہے مگر جزا اوس کی مثل جزائے کفر کے خلود نار جو اس
آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتی ہے اور یہ جزا بہ نسبت اوس فعل کے بہت
سخت ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس آیۂ شریفہ میں تاویل کی گئی ہے تو
ہم کہیں گے کہ اچھا ویسی ہی اوس حدیث میں بھی تاویل کر سکتے ہیں
صرف قرینہ پر موضوع کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ الحاصل ان قرینوں
سے یہی بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ اوس سے حدیث قطعا موضوع
ہو جائے اب رہے وہ قرائن جو خارجی ہیں اور اون سے موضوعیت
حدیث کی جانی جاتی ہے منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ کسی واقعہ میں ایک
جماعت کثیرہ موجود ہوا اور سوائے ایک شخص کے کسی نے اوس کو
روایت نہ کی ہو یہ بھی قرینہ وضع ہے اسلئے کہ اگر وہ خبر صحیح ہوتی تو
اور لوگ بھی اوس جماعت کے اوسکو روایت کرتے غور سے معلوم
ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی قطعیت وضع کی ثابت نہیں ہو سکتی اسلئے
کہ کل حدیثیں تو محدثین کو پہونچی ہی نہیں تا یقین ہو کہ کسی دوسرے نے
اوسکو روایت نہیں کی اور کل احادیث کا نہ پہونچنا یوں ثابت ہو سکتا ہے

کہ محدثین کی کتابوں میں ایک لاکھ حدیثیں پائی جاتی ہیں جیساکہ جواہر الاصول میں شیخ ابو الفیض محمد بن علی فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے قول ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا جس کا یہ ترجمہ ہے (حصر احادیث کا امکان سے بعید ہے مگر ایک جماعت محدثین نے تتبع کتب میں کرکے نہایت کوشش کے ساتھ حساب کیا چنانچہ ابو المکارم کہتے ہیں کہ متون احادیث جو آجتک موجود ہیں ایک لاکھ تک پہونچے ہیں۔ حالانکہ اوپر یہ بات معلوم ہوچکی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں کی خبر دی ہے اور اگر تعمق نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ ساڑھے سات لاکھ میں بھی انحصار کل احادیث کا نہیں ہوسکتا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اگر دن رات میں دس گیارہ ہی فرض کئے جائیں تو صرف ایام نبوت کے اقوال تقریباً ایک لاکھ ہو جاتے ہیں۔ اور روایت ہر قول کی اگر دس ہی صحابیوں سے ہو۔ اسوجہ سے کہ ہر صحابی کی روایت مستقل ایک حدیث سمجھی جاتی ہے تو صرف اقوال احادیث دس لاکھ سے زیادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ بدیں لحاظ کہ مبنی نبوت کا کلام اور ارشادات پر ہے۔ اور صحابہ بھی ہزارہا تھے یہ دس لاکھ بھی بہت کم ہونگے۔ پھر احادیث افعال وتقریر۔ اور صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال اور اخبار کتب ماضیہ وغیرہ

امور جن پر کا اطلاق حدیث کا ہوتا ہے باقی رہ جاتے ہیں قال السخاوی
رحمۃ اللہ علیہ فی الفتح المغیث وکذا آثار الصحابۃ والتابعین
وغیرھم وفتاویٰھم مما کان السلف یطلقون علی کل حدیثا
اس پر ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ کل حدیثیں کس قدر ہونگے۔ ابن حجر
عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نکت میں
نقل کرتے ہیں کہ ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں سے مسند
حدیثوں کا انھوں نے انتخاب کیا ہے۔ امام ذہبی نے طبقات میں
لکھا ہے کہ احمد بن فرات کا یہ قول تھا کتبت عن الف سبعمائۃ
شیخ وکتبت الف الف حدیث وخمسمائۃ الف فعملت من
ذالک فی تو الیفی خمسمائۃ الف یعنے سات لاکھ حدیثیں مجھے شیوخ سے
پہونچی ہیں۔ پھر یہ احتمال نہیں کہ ان میں کوئی حدیث موضوع وغیرہ ہو
کیونکہ ابن عدی کا قول اوسی میں نقل کیا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ انھوں
نے کوئی منکر روایت کی ہے کیونکہ وہ اہل صدق اور حفظ سے تھے
اسی طرح امام احمد بن حنبل وغیرہ اکابر محدثین نے اون کی روایتوں کی
توثیق کی ہے۔ طبقات الحفاظ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ
ابو عسال کے احوال میں لکھا ہے وہ کہتے تھے کہ صرف قرأت میں مجھے
پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ قدما سے کسی محدث نے کل صحیح حدیثوں

کے جمع کرنے کا قصد نہیں کیا اس لئے کہ یہ دعوی حیز امکان سے خارج ہے
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت میں اسکا ارادہ فرمایا تھا
مگر مصلحت نہ جانکر ترک کر دیا چنانچہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات
میں لکھا ہے وقد نقل الحاکم بسندہ عن القاسم بن محمد
قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا جمع الحدیث عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکانت خمسمائۃ حدیث فبات لیلۃ
یتقلب کثیرا قالت فغمنی فقلت اتتقلب لشکوی او لشیئ
بلغک فلما اصبح قال بنیۃ ہلمی الاحادیث التی عندک
فجئتہ بہا فدعا بنار فحرقہا الحدیث منجملہ اور مواقع کے ایک
یہی ہے کہ مصنفین کو ہر تصنیف میں ایک قسم کا التزام ہوا کرتا ہے
جس کی تکمیل میں زیادہ مدت صرف ہوتی ہے اور دوسرے مقاصد کی
طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آتی چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
جامع صحیح کی تصنیف کے وقت یہ التزام کیا تھا کہ جو ترجمۃ الباب لکھیں
یا حدیث نقل کریں پہلے غسل کرکے دو رکعت نماز پڑھ لیتے۔ چنانچہ
اسی وجہ سے سولہ سال میں وہ کتاب ختم ہوئی۔ جس کے ثبوت میں
ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے۔
قال الحافظ ابوذر الہروی سمعت ابا الہیثم محمد بن مکی الکشمہینی

یقول سمعت محمد بن یوسف الفربری یقول قال البخاری
ماکتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک
وصلیت رکعتین وایضا فیہا وعن البخاری قال صنفت
الجامع من ستمائۃ الف حدیث فی ست عشرۃ سنۃ
اور افتتاح القاری میں محمد بن اربل رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ عراقی رحمۃ اللہ علیہ
نے تاریخ ابی بکر خطیب سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
اول تراجم ابواب قائم کئے اور اوسمیں یہ التزام کیا کہ اول دو رکعت
نماز پڑھتے اور مابین قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ومنبر شریف کے ایک
ترجمۃ الباب لکھتے اس طرح سولہ برس میں حدیثیں اون ابواب میں
داخل کیں کما قال الحافظ ابو احمد عبد اللہ ابن عدی الجرجانی
وسمعت عبد القدوس ابن ہمام یقول سمعت عدۃ من المشائخ
یقولون حول محمد بن اسمعیل البخاری تراجم جامعہ بین قبر
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنبرہ وکان یصلی لکل ترجمۃ
رکعتین فاول ما صنف البخاری فیما بلغنا من صحیحہ الابواب
ثم سدھا بعد بالاحادیث ومضی فی تھذیبہ وتحریرہ ست
عشر سنۃ اور عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مقدمہ میں لکھا ہے فلروی
ابن عدی عن جماعۃ من المشائخ ان البخاری حول تراجم جامعہ

بین قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنبرہ وکان یصلی لکل ترجمۃ رکعتین اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ التزام نہ کرتے تو لاکھ حدیثیں صحیح جس کی خبر خود دیتے ہیں کما فی المقدمۃ المذکور وقال محمد بن حمدویہ سمعت البخاری یقول احفظ مائۃ الف حدیث صحیح بہ آسانی ایک ہی کتاب میں جمع کر سکتے تھے کیونکہ اون کو تصنیف کے وقت کتاب دیکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی یہ سب حفظ کی تمام حدیثیں اون کے پیش نظر تھیں احادیث کی تدوین میں اگر اون کو تکلیف تھی تو صرف لکھنے کی تھی اس خیال سے اگر وہ خود نہ لکھ کر اپنے شاگردوں کے ہاتھ سے لکھواتے تو جو سولہ ۱۶ برس کی مدت میں اون کے ذاتی التزام سے (چار ہزار حدیثیں) لکھی گئیں کم مدت میں (لاکھ حدیثیں) بہ آسانی لکھ دیتے قال ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فی مقدمتہ وجملۃ ما فی کتاب البخاری الصحیح سبعۃ الاف ومائتان وخمسۃ وسبعون حدیثا بالاحادیث المکررۃ وقد قیل انہا باسقاط المکررۃ اربعۃ الاف حدیث مگر یا وشا کی رائے کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے بڑھ سکتی ہے ہرگز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے افعال اور اون کے عادات کا صدور خلوص کے سوا نہ تھا اور کوئی کام جسمیں حق تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا ذریعہ نہ ہو بحر

معلوم نہیں بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوس التزام میں کیا کیا انوار او ربرکات کا مشاہدہ فرمایا جو کل احادیث کے جمع کرنے پر جو ایک جلیل القدر کام تھا اوس کو ترجیح دی۔

ف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک حدیث اور ترجمہ الباب کے لکھنے کے قبل غسل کرکے مقام مقدس میں دو رکعت نماز پڑھنے کا جو التزام کیا تھا وہ نہایت خوش اعتقادی پر مبنی ہے۔ چند امور خیر کا کسی خاص امر میں التزام کرنا کوئی قباحت نہیں بلکہ مستحسن ہے جس پر احادیث مستند جو آئندہ مذکور ہیں دلیل ہو سکتے ہیں۔

فعل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر دلیل ہے کہ کوئی بات کا التزام یا تعین کرنا مباح و مستحب امور میں مکروہ نہیں رہی یہ بات کہ التزام کا یہ اثر ہوگا کہ جہلا اوس کو دینی ضرورت سمجھیں گے جس سے زیادت فی الدین جو ایک امر قبیح ہے لازم آئے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جہلا تو کیا بلکہ اکثر وہ لوگ جو احکام دین سے واقف ہیں نماز تک بھی نہیں پڑھتے جس کا اہتمام سب سے زیادہ چاہئے۔ اگر یہ لوگ ان امور میں دینی ضرورت سمجھیں گے تو بحسب مقتضائے طبع اونکو بھی مد ضروریات میں شریک کرکے خود چھوڑ دینگے اس سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو ضروریات دین میں اہتمام نہیں اگر کسی کار خیر میں اہتمام یا التزام

کریں تو اوس سے اون کی کوئی غرض اور جہت ہوتی ہے جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ
علیہ کی تعیین و التزام میں وہ دوسری جہت تھی جو اون کی جلالت شان سے ظاہر
ہے کہ اونھوں نے وہ التزام و تعیین دینی ضرورت سمجھ کر نہیں کیا اسی طرح جہلا
کی حالت اس بات پر دلیل ہے کہ وہ التزام و تعیین کو کسی امر میں فرض و واجب
نہیں سمجھتے۔ مثلاً وقت معین میں مولود شریف کا التزام اور اوس میں بعض امور
مستحبہ کا اہتمام اسوجہ سے ضروری سمجھتے ہیں کہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہر ایماندار کو ضروری ہے اور یہ امور اوس پر بین دلیل ہیں اس سے
یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اصل دین میں کوئی چیز بڑھا دی گئی۔ ہاں ان دونوں
ضروری سمجھنے کے لئے جو جہت قائم ہوئی وہ یہ ہے کہ اوس کو شعار مذہب
اہل سنت وجماعت کا قرار دیا (اسلئے کہ وہابیہ نے اوسکے ترک کو ضروری سمجھا
جس سے اون کے مذہب کا شعار سمجھا جاتا ہے۔ جب علماء نے مولود شریف
فاتحہ سوم وغیرہ امور جزئیہ میں تشدد شروع کر دیا اس لحاظ سے کہ فقہاء نے
مطلقاً تعیین کو مکروہ لکھا ہے اور اون کی بات کو بعض لوگوں نے مان لیا
اور اون کے ذہنوں میں یہ بات متمکن ہوئی کہ مولود شریف وغیرہ بالکل منع ہے
تو وہ بیچارے جہلا کیا جانیں کہ مکروہ اور حرام میں کیا فرق ہے اور حرام
لذاتہ کیا ہے۔ اور حرام لغیرہ کیا۔ اسلئے اون لوگوں نے منع میں اسقدر تشدد
وا اہتمام شروع کر دیا جو حرام میں چاہئے۔ غرض ان علما کی جزئیات میں تشدد کرنیکا

یہ اثر ہوا کہ ایک فرقہ نے اون کو منع یعنے حرام سمجھ لیا اور اون کے مقابل کی جماعت نے یہ سمجھا کہ منع کرنے والے وہابی ہیں جن کا مقصود صرف یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کسی طرح دلوں سے دور کی جاوے اور کوئی فعل ایسا صادر نہ ہو جس میں تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوا سوجہ سے ان لوگوں نے اپنے مذہب کا اوسکو شعار ٹھیرا کر اوسمیں اہتمام بڑھایا اور طرفین میں مباینت مذہبی کی وجہ سے تعصب وخصومت قائم ہوئی جس کے آثار یہ ظاہر ہوئے کہ سب وشتم مارپیٹ مسلمانوںمیں ہرطرف ہونے لگی منشا ان امور کا صرف طرفین کی نفسانیت ہے ورنہ دین سے اوس کو کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ ایک معتبر صاحب اپنا دیکھا ہوا واقعہ بیان کرتے تھے کہ کلکتہ کی مسجد میں غیر مقلد صاحب نے نماز میں بلند آواز سے آمین کہا مقلد صاحب نے جو وہ بھی نماز ادا کر رہے تھے جواب میں بآواز بلند کہا (شالا) جو بنگالی زبان میں سخت گالی ہے۔ دوبارہ غیر مقلد صاحب نے آمین کا اعادہ کیا تو مقلد صاحب نے اوسی لہجہ میں بلند آواز سے کہا (شالا بنا شالا) پھر غیر مقلد صاحب نے تیسرے مرتبہ اوسی طرح آمین کہا۔ اب مقلد صاحب رہ نہ سکے اور مارے غصہ کے نماز توڑ کر غیر مقلد صاحب بھڑ جاگئے اور آپسمیں خوب مارپیٹ ہوتی رہی۔ اگر منشا اسکا نفسانیت نہیں تو آمین کے لفظ پر مقلد برہم ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ شافعیہ برابر آمین بالجہر کہتے ہیں کسی کو برا نہیں معلوم

ہوتا اسمیں شک نہیں کہ مقلد نے بہت زیادتی کی مگر اسکے ساتھ یہ بھی قابل
غور ہے کہ غیر مقلد نے جو بار بار ولا الضالین کے جواب میں آمین کہا جو ولا الضالین
کے بعد کہنا تھا جس سے حنفیوں کی اشتعالک مقصود تھی اور ثواب کے بدلے
دنیا ہی میں خصومت باہمی سے گالی وضع کی گئی اعوذ باللہ من ذالک
الحاصل دونوں فریق میں بے وجہ عداوت کا مادہ پیدا ہوگیا جو مسلمانوں
میں نہ چاہیئے یہ ساری خرابیاں اوس ایک بات کا نتیجہ ہے جو مولوی صاحب
نے ایک امر مکروہ کے منع کرنے میں اپنا سارا علم خرچ کر دیا۔ بالفرض اگر کراہیت
بھی ان امور کی مان لی جائے جب بھی منع کی ضرورت نہیں الاشباہ النظائر
اور حموی میں لکھا ہے لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات و روی
عن ابی بکر بن ابراھیم انہ سئل عن ھذہ المشبہات ای عما یکون
الی الحرام اقرب فقال لیس ھذا زمان المشبہات ان الحرام اغنانا
یعنی ان اجتنبت الحرام کفاک کذا فی التجنیس یعنے بہ زمانہ مکروہ تحریمی
سے بچنے کا نہیں ہے اگر حرام سے ہی اجتناب کرلیں تو کافی ہے اور یہی بات
اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوتی ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال انکم فی زمان من ترک منکم عشر ما امر بہ ھلک
ثم یاتی زمان من عمل منھم بعشر ما امر بہ نجا۔ رواہ الترمذی
یعنے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو

اگر کوئی دسویں حصہ پر عمل نہ کرے گا ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ ایسا آئیگا جو
اگر کوئی شخص دسویں حصہ پر بھی عمل کرے گا وہ نجات پائے گا۔ وعن جابر
رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم النعمان بن قوقل
فقال یارسول اللہ ارایت اذا صلیت المکتوبۃ وحرمت الحرام
واحللت الحلال ادخل الجنۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
نعم یعنے حرام کو حرام اور حلال کو حلال سمجھنا نجات کے لئے کافی ہے۔
ذہبی نے طبقات میں روایت کی ہے من مراسیل ابن ابی ملیکہ
ان الصدیق جمع بعد وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
انکم تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث
تختلفون فیہا والناس بعدکم اشد اختلافا فلا تحدثوا
عن رسول اللہ شیئا فمن سألکم فقولوا بیننا وبینکم کتاب اللہ
فاستحلوا حلالہ وحرموا حرامہ یعنے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے
بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم
لوگ اختلافی روایتیں مت بیان کیا کرو اگر اس قسم کا تم سے سوال کیا جاوے
تو کہہ دو کہ قرآن شریف کافی ہے جو چیز اوسمیں حلال ہے اوسکو حلال اور
جو حرام ہے اوسکو حرام سمجھو۔ اب جو لوگ حلال کو حرام سمجھنے لگے کس قدر
اون کی خرابی کا باعث ہوا کیونکہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھنا

جس طرح ہے ظاہر ہے اگر تاویلات بھی کیجائیں تو گو کفر نہ سہی گناہ سے خالی نہیں
جس طرح میلاد شریف کے مسئلہ میں تشدد کیا جاتا ہے اسی طرح تعین فاتحہ
سوم کے منع میں بھی سخت کوشش کی جاتی ہے حالانکہ واضع فاتحہ سوم کو
اس روز کی تعین سے یہ مقصود تھا کہ اس حدیث شریف پر عمل ہوا کرے
جو بخاری شریف میں ہے عن زینب بنت ابی سلمۃ قالت لما
جاءنعی ابی سفیان من الشام دعت ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا
بصفرۃ فی الیوم الثالث فمسحت عارضیھا و ذراعیھا وقالت
انی کنت عن ھذا لغنیۃ لولا انی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقول لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاخر ان تحد علی میت
فوق ثلث الا علی زوج فانھا تحد علیہ اربعۃ اشھر وعشرا روایت ہے
زینب بنت ابی سلمہ سے کہ جب ابو سفیان کے انتقال کی خبر شام سے آئی تو
ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک قسم کی خوشبو منگوا کر اپنے رخساروں اور
ہاتھوں پر ملیں اور فرمائیں کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ میں نے
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی کہ آپ فرماتے تھے ایماندار
عورت کو حلال نہیں کہ سوائے اپنے شوہر کے تین دن سے زیادہ کسی میت
پر سوگ کرے۔ البتہ اسکو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا چاہئے
اس حدیث شریف سے تعین روز سوم کی اصلیت ثابت ہوتی ہے کہ

علیہا ہے مدت سوگ اور شیرنی اور فواکہ موسمی اور خوشبو مجلس فاتحہ سوم میں حاضر کرنیکے لئے یہی ماخذ اصل ہے کیونکہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بلا ضرورت خوشبو ملیں۔ اسی وجہ سے یہ اشیا ہمارے ملک میں خاص ایام ماتم میں چھوڑ دیے جاتے ہیں جس طرح شیعہ محرم کے ایام میں پان ترک کر دیتے ہیں ویسا ہی فواکہ اور مٹھائی غم کے ایام میں نہیں کھاتے۔ اس مجلس میں ان چیزوں کے لانے سے یہ مقصود ہے کہ سوگ داری ختم کر دیگئی گویا یہ تعینات امتثال امر شارع پر قرینۂ فعلی قائم کر دینا ہے بلکہ خود اسکو ایک لحاظ سے اگر عین امتثال کہیں تو بے موقع نہ ہوگا۔ غرض تقریب فاتحہ سوم بھی بے اصل نہیں جو اہل انصاف کو رفع نزاع کیلئے اسقدر کافی ہے اور جنکو جھگڑا اٹھانا یا مادہ مخالفت باہمی قائم رکھنا منظور ہے تو اوسکا علاج نہیں طرفین کی تحریرات ان مسائل میں قیامت تک ختم نہ ہونگے اگرچہ بظاہر ان تحریرات کا نام اظہار حق اور مناظرہ رکھا جاتا ہے مگر فی الحقیقت خدا جانے کیا ہے۔ در مختار میں لکھا ہے المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ و لاخذ ثلثۃ حرام لقھر مسلم و اظہار علم و نیل دنیا او مال او قبول اور منجملہ اون موانع کے جس کی وجہ سے کل حدیثیں محدثین کو نہیں پہونچیں ایک یہ ہے کہ طبیعتوں میں اون حضرات کے احتیاط تھی چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے عن ابن ابی ملیکۃ قال کتبت الی ابن

عباس رضی اللہ عنه رسالة ان یکتب لی کتابا ویخفی عنی فقال ولد ناصح انا اختار له الامور اختیارا واخفی عنه یعنے ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباسؓ کو خط لکھا کہ جن حدیثوں کا اظہار مناسب معلوم ہو آپ تحریر فرما دیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لڑکا خیرخواہ معلوم ہوتا ہے اس لئے میں چند امور اوس کے لئے انتخاب کرکے لکھ بھیجتا ہوں اور جو قابل اخفا ہیں اون کو مخفی رکھتا ہوں بخاری شریف میں ہے کہ حجاج بن یوسف نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ترین عقوبت کونسی بیان فرمائی۔ انس رضی اللہ عنہ نے قصہ عرینہ کا بیان کیا کہ جن لوگوں نے اسلام لاکر غدر کیا اور اونٹ ہانک لیگئے اور چرواہے کو قتل کر ڈالا اونکو سخت سزا دیگئی تھی حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ خبر پہونچی تو کہا وددت انه لم یحدثه بهذا یعنے اگر انس رضی اللہ عنہ حجاج کو یہ حدیث نہ بیان کئے ہوتے خوب تھا کیونکہ اوس ظالم کو اس سے جرأت پیدا ہو گی۔ حسن البصری کو اس روایت کا بیان کرنا ناگوار ہوا اور دارمی میں ہے عن نعمان بن قیس ابن عبیدۃ دعا بکتبه فمحاها عند الموت وقال انی اخاف ان یلیها قوم فلا یضعونها فی مواضعها یعنے نعمان کہتے ہیں کہ عبیدہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنی ساری کتابیں منگوا کر سب کو دھو ڈالا اور کہا مجھے خوف تھا

کہ کہیں یہ کتابیں اون لوگوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور موقع پر اون کا
استعمال نہ کریں۔ بعض محدثین بہت سی روایتیں خوف سے بیان کر سکے
چنانچہ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ اوزاعی اور زہری رحمہما اللہ نے بنی امیہ
کی حکومتی خوف سے فضائل اہل بیت میں کوئی روایت بیان نہیں کر سکے
اتحاف الفرقہ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب سے نقل کیا ہے
کہ یوسف بن عبید کہتے ہیں میں نے حسن بصری سے پوچھا آپ نے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو نہیں پایا پھر بلا واسطہ حضرت کا قول کیسے
بیان کرتے ہو جواب میں کہا کہ تم نے تو ایسی بات پوچھی جو ابتک کسی نے
نہیں پوچھی تھی اگر مجھ کو تم سے خاص تعلق نہ ہوتا تو میں ہرگز نہ کہتا سنو تم
جانتے ہو کہ میں کس زمانہ میں ہوں۔ حجاج کی عملداری ہونے سے جو جو روایتیں
علی کرم اللہ وجہہ سے میں نے سنی ہیں اونکا نام لیسکتا ہوں نہ اون روایات کو
زبان پر لا سکتا ہوں۔ صرف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہدیتا ہوں
اور بعض سلاطین نے بلحاظ مصلحت ملکی لوگوں کو بعض علما کے پاس بیٹھنے
سے منع کر دیا تھا چنانچہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الحفاظ میں لکھا ہے
قال ابو یونس القوی دخلت المسجد فاذا سعید بن المسیب جالس
وحدہ قلت ما شانہ قالوا نھی ان یجالسہ احد اور تقلیل روایت
ہونیکا یہ بھی ایک باعث ہوا جو علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ

بھی ثابت ہے اسی بنا پر اکثر صحابہ و تابعین وغیرہم نے رُویت کو ثابت کیا چنانچہ فتح الباری میں مصرح ہے۔ مگر چونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کے موافق تھا اس لئے انہوں نے نفی کی روایتیں ذکر کیں۔ اگر کہا جائے کہ بخاری شریف کی کل روایتیں واجب التسلیم ہیں تو جواباً کہہ سکتے ہیں کہ محققین کے وجود راویوں سے ظن غالب ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ سب قطعی ہو سکتے ہیں۔ اور سب واجب العمل ہیں جن کی تصریح سورہ واللیل میں دیکھ لیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں یہ روایت ہے عن علقمۃ قال دخلت فی نفرٍ من اصحاب عبد اللہ الشام فسمع بنا ابو الدرداء فاتانا فقال افیکم من یقرأ فقلنا نعم قال فایکم اقرأ فاشاروا الی فقال اقرأ فقرأت واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی والذکر والانثی قال انت سمعتہا من فی صاحبک قلت نعم قال فانا سمعتہا من فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھؤلاء یابون علینا یعنے روایت ہے علقمہ سے وہ کہتے تھے کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی جماعت میں ملک شام گیا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سن کر ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ تم میں کوئی قاری بھی ہے ہم نے کہا ہے۔ کہا سب سے بہتر پڑھنے والا کون ہے سبھوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ مجھ سے کہا کہ مجھ پڑھو میں نے پڑھا واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی والذکر والانثی

روایت بخاری واجب العمل نہیں

دجال کے وجود کا انکار کیا اور جتنی صحیح روایتیں اس باب میں وارد ہیں اون سب کو رد کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس روافض وغیرہ کا بھی یہی اعتقاد ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر دونو فریق کل روایات کو مان لیتے تو خلاف باقی نہ رہتا اور سب ملکر ایک ہی مذہب و مشرب ہو جاتے حالانکہ محدثین میں ہر مذہب و مشرب کے لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کے اسانید میں رافضی۔ خارجی۔ مرجی۔ جبری۔ قدری۔ جہمی وغیرہ موجود ہیں جس کے ثبوت میں مقدمہ فتح الباری وغیرہ شاہد عدل ہے۔ غرض جس راوی کے مذاق و اجتہاد کے مطابق جو روایت نہیں ہوئی اوسنے اوسکی روایت نہیں کی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کے باب میں موقوف روایتیں ذکر کیں جس سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنے قیاس کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا اور حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا اسوجہ سے حق تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ حالانکہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ کو دیکھنا بروایات صحابہ کبار ثابت کرتے ہیں جو ذیل میں درج ہے۔

روی عن ابن عباسؓ انہ رآہ بعینہ ومثلہ عن ابی ذر وکعب والحسن
کان یحلف علی ذلک وحکی مثلہ عن ابن مسعود وابی ہریرۃ واحمد
بن حنبل وحکی اصحاب المقالات عن ابی حسن الاشعری وجماعۃ
من اصحابہ انہ رآہ والحجج فی ہذہ المسئلۃ وان کانت کثیرۃ ولکنا
لانتمسک الا بالاقوی منہا وہو حدیث بن عباس اتعجبون ان
تکون خلۃ لابراہیم والکلام لموسیٰ والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ علیہ
وسلم وان عکرمۃ سئل ابن عباس ہل رای محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ربہ قال نعم وقد روی باسناد لاباس بہ عن شعبۃ عن قتادۃ عن
انس قال رای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ والاصل فی الباب
حدیث ابن عباسؓ حبر الامۃ والمرجوع الیہ فی المعضلات وقد
راجعہ ابن عمرؓ فی ہذہ المسئلۃ وسئلہ ہل رای محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ربہ فاخبرہ انہ رآہ ولایقدح فی ہذا حدیث عائشۃ
فان عائشۃ لم تخبر انہا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول
لم اردبی وانما ذکرت ما ذکرتہ متاولۃ والحاصل ان الراجح عند
اکثر العلماء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای ربہ بعینی راسہ
لیلۃ الاسراء لحدیث ابن عباس وغیرہ مما تقدم واثبات
ہذا لایاخذونہ الا بالسماع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

هذا مما ینبغی ان لا یتشکک فیہ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ کو دیکھنا بروایات صحیحہ ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے ثابت کیا اور نقل کیا ہے کہ مروزی نے حضرت امام احمد
بن حنبل رحمۃ اللہ عنہ سے پوچھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو قول ہے۔
(جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اوس نے حقتعالیٰ
پر افترا کیا) ایسا قول کس طرح رد کیا جائے۔ حضرت امام نے کہا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ رأیت ربی فرمایا رد ہو سکتا ہے
کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے
بزرگ ہے۔ اسی طرح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا وہ باقسمیہ
کہتے تھے کہ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ غرض اون
صحیح روایات کو جن کے وثوق پر عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کو رد کرنا
اور رؤیت کی ثبوت میں قسم کھا لینا اون اکابر دین پر آسان ہو گیا تھا
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو وہ
روایتیں نہیں پہونچیں تھیں۔ حالانکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مرفوع
نہیں صرف اونکا اجتہاد تھا جو استدلال سے ظاہر ہے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی رؤیت پر قرآن شریف سے
استدلال کیا اور مزید براں روایت (رأیت ربی) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے

سن کر کہا کیا تم نے اپنے اُستاد سے ایسا ہی سنا ہے میں نے کہا جی ہاں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دہان مبارک سے ایسا ہی سُنا ہے اور یہ لوگ انکار کرتے ہیں۔ اور بخاری شریف میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین الحدیث وفی اخرہ فنزلت (تبت یدا ابی لھب) وقد تبت ھکذا اقرأ الاعمش یومئذ یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تبت یدا ابی لھب وقد تبت نازل ہوا اور یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے عن یحیی عن الحسن قال اکتب فی المصحف فی اول الام بسم اللہ الرحمن الرحیم واجعل بین السورتین خطا یعنے فرمائے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم صرف قرآن شریف کے شروع میں لکھنا چاہیے۔ اور دو سورتوں کے بیچ میں فاصلہ کے لئے ایک خط کھینچ دینا کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایتیں خلاف اجماع امت ہیں۔ غالباً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان روایتوں پر عمل نہ کرتے ہونگے۔ اس قسم کے امور میں ائمہ فن ہی کی تقلید ضرور ہے ورنہ عثمان بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثل صادق آتی ہے جن کا احوال میزان الاعتدال میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ بڑے جلیل القدر محدث ہیں۔ بخاری مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین میں ان پر اعتماد کیا ہے مطین کہتے ہیں کہ ایک روز عثمان نے

یہ پڑھا (فضرب بینھم بسنّور لہ ناب) لوگوں نے کہا آپ یہ کیا پڑھتے ہو آیۃ شریفہ تو یوں ہے (فضرب بینھم بسُور لہ باب) اس آیۃ شریفہ کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن منافقین مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو تا ہم بھی تمھارے نور سے روشنی لیں۔ اہل ایمان اون سے کہیں گے اگر ممکن ہو تو پیچھے لوٹو اور نور ڈھونڈلاؤ یعنے دنیا سے یہاں نور لانا چاہیے۔ منافق یہ سن کر پیچھے لوٹیں گے ساتھ ہی ایک بڑی دیوار کھنچ جائیگی اوسمیں اہل ایمان داخل ہونیکے لئے دروازہ ہوگا جسکی خبر حق تعالی اس آیۃ سے دیتا ہے (فضرب بینھم بسور لہ باب) اگر فضرب بینھم بسنّور لہ ناب پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ ساتھ ہی ایک بلّی ان کے درمیان ماری جائے گی جسکو ناب یعنے کوچلی ہوگی کہا حمزہ کی قرات ہمارے پاس بدعت ہے ابراہیم بن خصاف کہتے ہیں کہ ایک روز عثمان نے پڑھا جعل السفینۃ فی رحل اخیہ لوگوں نے کہا کہ قرآن مجید میں تو یوں ہے جعل السقایۃ فی رحل اخیہ) کہا عاصم کی قرأت میں نہیں پڑھتا۔ حسن بن حباب کہتے ہیں کہ ایک روز اونہوں نے الم ترکیف کی تفسیر میں بجائے الم ترکے الف لام میم تر) پڑھا۔ اسمٰعیل بن محمد قشیری کہتے ہیں کہ (من الجوارح مکلّبین) میں من الخوارج مکلبین پڑھا۔ خطیب اپنے جامع میں لکھتے ہیں کہ جیسی تصحیف قرآن کی عثمان بن ابی شیبہ

سے منقول ہے کسی محدث سے نہیں۔ غرض ہر فن کے ائمہ کی تقلید چھوڑ دینے میں
اسی قسم کی خرابیاں ہوتی ہیں۔ ورنہ عثمان جیسے محدث کا اس طرح آیتوں کا
پڑھنا امر حیرت خیز ہے جو معمولی طالب علم ترجمہ داں سے بھی ایسی غلطی نہ ہوگی
عثمان بن ابی شیبہ کبھی حمزہ کی اور کبھی عاصم کی تقلید کا انکار کرتے تھے
اس سے حکایت حال غیر مقلدین مقصود ہے کہ جو لوگ ائمہ فن کی تقلید
نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لفظ لفظ پر ان سے غلطی ہونا ممکن ہے۔
سلامتی اسی میں ہے کہ ہر فن کے اکابر اور علما کی تقلید کیجائے۔ اور جو امام
احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے قد جمعت المسند والفتہ من اکثر سبعمائۃ
الف وخمسین الفا کما فی جواہر الاصول اس سے انحصار کل
احادیث کا معلوم نہیں ہو سکتا۔ الحاصل واقع میں حدیثیں بہت تھیں اکثر
مفقود ہو گئیں وجہ اس کی یہ ہوئی کہ بنظر (من کذب علیّ متعمدا)
کبھی اول تو خود صحابہ ہی روایت کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے چنانچہ
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے باوجود اسقدر طول ملازمت کے کل
تخمیناً سو روایتیں ہیں۔ پھر جس قدر صحابہ سے روایتیں ہوئیں وہ بھی
سب باقی نہیں رہیں اسلئے کہ اوسی زمانہ کے قریب میں بہت وضاع وکذاب
پیدا ہو گئے اور محدثین کو اکثر احتیاط کرنی پڑی پھر احتیاط کی نوبت یہانتک
پہونچی کہ ادنی ادنی بات پر بہت سی احادیث چھوڑی جاتی تھیں۔ چنانچہ

ابن الصلاح نے معرفت انواع علوم حدیث میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ
کسی نے شعبہ سے پوچھا کہ فلاں شخص کی حدیث کو آپنے کیوں چھوڑ دیا۔ کہا
(رأیتہ یرکض علی برذون فترکت حدیثہ) یعنے وہ شخص گھوڑے کو
ایڑ مارتا تھا اس لئے میں نے اوس کی حدیثیں چھوڑ دیا۔ مسلم بن ابراہیم سے
کسی نے پوچھا کہ صالح مری کی حدیث کو کیوں تم نے چھوڑ دیا۔ مسلم نے
جواب میں کہا مایصنع بصالح ذکروہ یوما عند حماد بن سلمة
فامتخط حماد یعنے کیا کریں صالح کو ایک روز حماد بن سلمہ کے روبرو
اوس کا ذکر ہوا۔ حماد نے سن کر انکار سے ناک جھنکا۔ میزان الاعتدال میں
محمد بن حمید الرازی کے احوال میں لکھا ہے کہ اون کو کسی نے کذاب
کسی نے سارق الحدیث وغیرہ کہا اور کسی نے کہا کہ انکے پاس پچاس ہزار
حدیثیں ہیں مگر میں اون سے ایک حرف روایت نہ کرونگا۔ لیکن احمد
بن حنبل وابن معین نے اون سے روایت لی ہے اور ابو زرعہ کا قول ہے
کہ جس نے محمد بن حمید کو چھوڑ دیا اوس نے دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں۔
اور سوا اس کے بعض محدثین نے بوجہ رشک اور حسد باہمی کے ایک دوسرے
کے حدیثیں چھوڑ دیں چنانچہ میزان الاعتدال میں حافظ ابی نعیم اصبہانی
کے احوال میں لکھا ہے کہ ابن مندہ نے اون پر سخت تہمت لگائی تھی جس کا
بیان مناسب نہیں۔ اور اکثر اقران میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ بس نہیں جانتا

کہ کوئی زمانہ ایسا گذرا ہو جس میں لوگ ایسے امور سے بچے ہوں سوائے انبیاء وصدیقین کے۔ اگر چاہوں تو اوس کے نظائر سے کئی جز بھر دوں۔ اسی طرح بعضوں کو کسی جماعت خاص سے ایک قسم کی مخالفت ہوئی ہے چنانچہ مولانا محمد عبد الحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے السعی المشکور میں لکھا ہے۔ ذہبی کی عادت تھی جب کبھی صوفیہ واشاعرہ کا ذکر کرتے عیوب کے ساتھ کرتے۔ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ قمع المعارض فی نصرۃ ابن الفارض میں لکھا ہے

وان غرك دندنة الذهبى فقد دندن على الامام فخر الدين بن الخطيب ذى الخطوب وعلى اكبر من الامام وهو ابو طالب المكى صاحب قوت القلوب وعلى اكبر من ابى طالب وهو الشيخ ابو الحسن الاشعرى الذى يجول فى الآفاق ويجوب وكتبه مشحونة بذلك الميزان والتاريخ وسير النبلاء فقابل انت كلامه فى هؤلاء كلا والله لا يقبل كلامه فيهم بل نوصلهم ونوفيهم او محمد بن فضل الله محبى خلاصة الاثر فى اعيان الحادى عشر میں لکھتے ہیں قال التاج السبكى فى طبقات الشافعية هذا شيخنا الذهبى له علم وديانة وعنده على اهل السنة تحمل مفرط فلا يجوز ان نعتمد عليه وهو شيخنا ومعلمنا غير ان الحق احق بالاتباع وقد وصل من التعصب المفرط الى حد يستحى

منه وانا اخشی علیه من غالب علماء المسلمین والمتهم
الذین حملوا الشریعة النبویة فان غالبهم اشاعرة وهو اذا
وقع باشعری لایبقی ولایذر والذی اعتقده انهم خصماؤه
یوم القیمة فالله المسئول ان یخفف عنه وان یشفیهم اور
عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر فی ذکر عقائد الاکابر میں لکھتے ہیں
من سئل الحافظ اباعبد الله الذهبی عن قول الشیخ محی الدین
فی کتابه الفصوص انه ما صنعه الا باذن من الحضرة النبویه
فقال ما اظن ان مثل هذا الشیخ یکذب مع ان الحافظ الذهبی
کان من اشد المنکرین علی الشیخ وعلی طائفة الصوفیة هو وابن التیمیة
اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں یہ بات ثابت تھی کہ جنہوں نے
قول وعمل کو ایمان میں داخل نہیں کیا اون کی روایت معتبر نہیں جیسا کہ
ابھی معلوم ہوا۔ مولانا محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے الرفع والتکمیل میں طبقات
شافعیہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے ینبغی لک ایها المسترشد
ان تسلک سبیل الادب مع الائمة الماضیین وان لاتنظر الی
کلام بعضهم فی بعض الا اذا اتی ببرهان واضح ثم ان قدرت
علی التاویل وتحسین الظن فدونک والا فاضرب صفحا عما جری بینهم
فانک لم تخلق لهذا فاشتغل بما یعنیک ودع مالا یعنیک ای ای ک ثم ایاک

ان تصغی الی ما اتفق بین ابی حنیفة وسفیان الثوری او بین مالک وابن ابی ذئب او بین احمد والحارث المحاسبی وھلم جرا الی زمان القرین عبد السلام والبیھقی ابن الصلاح مولانائے ممدوح نے السعی المشکور کے متن میں اعلام ثلاثہ کا قول نقل کیا ہے ذکرہ ابوحفص الفلاس فقال لیس بشئ۔ قلت ھذا من کلام الاقران الذی لا یسمع ثمقا یعنے جمع میں اقران کا کلام نہیں سنا جاتا ابن حجر عسقلانی رحمة اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ محدثین نے امام بخاری رحمة اللہ علیہ سے روایت کے لینے کو ترک کر دیا تھا اسکا سبب یوں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمة اللہ علیہ کا عقیدہ تھا کہ (تلفظ بالقران مخلوق ہے) اور محدثین اس اعتقاد والوں کو (لفظیہ) کہتے تھے جو ایک شاخ فرقہ جہمیہ کی ہے۔ سب سے پہلے حسین بن علی کرابیسی جو امام شافعی کے شاگرد خاص تھے اس بات میں امام بخاری رحمة اللہ علیہ کے ہم عقیدہ ہوئے۔ جس کی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمة اللہ علیہ نے اون سے ملاقات کرنا ترک کر دی اور بعد داؤد بن علی اصبہانی جو سر گروہ فرقہ ظاہریہ کے ہیں وہ بھی اس عقیدہ میں امام بخاری کے مقلد ہوئے۔ اور جب وہ بغداد آئے تو امام احمد رحمة اللہ علیہ نے اس اعتقاد کی وجہ سے اون کو اپنی مجلس میں آنے کی اجازت نہ دی۔ ابن ابی حاتم نے جہمیہ کے رد میں جو کتاب لکھی ہے اوسمیں کئی ائمہ حدیث

کے قول سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ لفظیہ فرقہ جہمیہ ہیں اجس کے ثبوت میں
فتح الباری کی یہ عبارت ہے وهذه المسئلة هي المشهورة بمسألة
اللفظ ويقال لاصحابها اللفظية واشتد انكار الامام احمد
رحمة الله عليه ومن تبعه على من قال لفظي بالقران مخلوق ويقال
ان اول من قاله الحسين بن علي الكرابيسي احد اصحاب الشافعي
الناقلين لكتابه القديم فلما بلغ ذلك احمد بدعه وهجره
ثم قال بذلك داود بن علي الاصبهاني راس الظاهرية وهو
يومئذ بنيسابور فانكر عليه اسحاق وبلغ ذلك احمد فلما قدم
بغداد لم يأذن له في الدخول عليه وجمع ابن ابي حاتم اسماء من
اطلق على اللفظية انهم جهمية فبلغوا عددا كثيرا من الائمة
وافرد لذلك بابا في كتابه الرد على الجهمية امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
نے کتاب العلو میں لکھا ہے کہ عبداللہ نے اپنے والد امام احمد سے پوچھا
آپ کیا فرماتے ہیں اوس شخص کی نسبت جو یہ بات کہے کہ تلاوت اور
ہمارا لفظ قرآن کے ساتھ مخلوق ہے اور قرآن کلام الہی غیر مخلوق ہے
فرمایا یہ اعتقاد جہمیہ کا ہے قال الذهبي في كتاب العلو الحافظ
الثبت عبد الله بن الامام احمد رضي الله عنه قال سألت ابي
ما يقول في رجل قال التلاوة مخلوقة والفاظنا بالقران مخلوقة

والقرآن کلام اللہ لیس بمخلوق قال ھذا الکلام الجھمیۃ الحاصل اکثر
محدثین اس بات کے قائل تھے اور انکا یہ عقیدہ تھا کہ لفظ بالقرآن بھی
مخلوق نہیں منجملہ ان اکابر کے شیخ الاسلام محمد بن یحییٰ ذہلی کا بھی یہی عقیدہ
تھا۔ محمد بن یحییٰ بہت بڑے محدث تھے اکثر اکابر محدثین اور ابو زرعہ وغیرہ
کو ان سے تلمذ تھا۔ ابو زرعہ کی جلالت شان کی نسبت ابن حجر نے مقدمہ
فتح الباری میں لکھا ہے کہ وہ وہ شخص ہیں کہ امام مسلم کہتے ہیں جب میں نے صحیح
ابو زرعہ کو بتلایا انہوں نے جن جن حدیثوں میں علت بیان کی اونکو میں نے
کتاب سے نکالدیا۔ ذہبی نے طبقات میں اور صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے
خلاصۃ التہذیب میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ذہلی کے شاگرد
ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ میں محمد ابن سہل سے نقل کیا ہے کہ ایک
ذہلی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کو آئے۔ احمد اونکی تعظیم کیلئے
اوٹھ کھڑے ہوئے اس پر اہل مجلس کو تعجب ہوا مگر وہ ایک جلیل القدر تھے
اس لئے سب مؤدب ہوگئے امام نے اپنے فرزندوں اور شاگردوں سے
مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم سب ان کی شاگردی سے استفادہ حدیث کا کیا کرو
جو باعث فخر ہے۔ ذہلی کا قول تھا جس نے کہا کہ لفظ بالقرآن مخلوق ہے
وہ بدعتی ہے اوس کے ساتھ نہ بیٹھیں اور نہ اوس سے بات کیا کریں۔ ذہلی کو
جب معلوم ہوا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اعتقاد بھی یہی ہے تو سب اہل مجلس

سے کہدیا کہ جو کوئی بخاری کے پاس جائے وہ اون کے ہم مذہب ہونے پر
ضرور متہم ہوگا اس وجہ سے سوائے مسلم اور احمد بن سلمہ کے کل محدثین نے اون سے
ملاقات اور حدیث لینے کو ترک کر دیا تھا۔ ایک روز ذہلی نے فرمایا جو شخص
تلفظ بالقران کو مخلوق کہتا ہو اوس کو حلال نہیں کہ ہماری مجلس میں آوے
اوس مجلس میں مسلم بھی موجود تھے سنتے ہی اپنی چادر لیکر اوٹھ کھڑے ہوگئے
اور گھر جا کر جتنی روایتیں بخاری سے لکھیں تھیں اون سب کا بوجھ حمال پر
رکھ کر ذہلی کے پاس بھیجدیں جو اس عبارت سے ظاہر ہے ذکر فی مقدمۃ
فتح الباری قال ابو حامد ابن الشرقی سمعت محمد بن یحیی الذھلی
یقول القران کلام اللہ غیر مخلوق ومن زعم لفظی بالقران مخلوق
فھو مبتدع ولا یجالس ولا یکلم ومن ذھب بعد ھذا الی محمد
بن اسمعیل فاتھموہ فانہ لا یحضر مجلسہ الا من کان علی مذھبہ
وقال الحاکم ولما وقع بین البخاری رحمۃ اللہ علیہ وبین الذھلی
رحمۃ اللہ علیہ فی مسئلۃ اللفظ انقطع الناس عن البخاری رحمۃ اللہ علیہ
الا مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ واحمد بن سلمۃ قال الذھلی
علی من قال باللفظ فلا یحل لہ ان یحضر مجلسنا فاخذ مسلم رحمۃ اللہ علیہ
رداءہ فوق عمامتہ وقال علی رؤس الناس فبعث الی الذھلی
جمیع ما کان کتبہ علی ظھر حمال ابو عمر کہتے ہیں کہ بعد اس واقعے کے بین

امام بخاری کی ملاقات کر کے اون سے پوچھا کہ کیا آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ (تلفظ بالقرآن مخلوق ہے) کہا اے عمر یاد رکھو کہ جو کوئی خواہ اس شہر نیشاپور کا یا کسی اور شہر کا یہ کہے کہ میں نے تلفظ بالقرآن کو مخلوق کہا ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے۔ ہاں میں نے یہ کہا کہ افعال بندوں کے مخلوق ہیں کما فی مقدمہ فتح الباری قال ابو عمرو فاتیت البخاری رحمۃ اللہ علیہ فذاکرتہ بشئی من الحدیث حتی طابت نفسہ فقلت یا ابا عبد اللہ ھھنا من یحکی عنک انک تقول لفظی بالقران مخلوق فقال یا ابا عمرو واحفظ عنی من زعم من اھل نیشافور وسمی غیرھا من البلاد ان بلاد اکثرھا انی قلت لفظی بالقران مخلوق فھو کذاب فانی لم اقلہ الا انی قلت افعال العباد مخلوقۃ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فرقہ جہمیہ میں داخل کیا اور اون سے روایت لینے کو ترک کر دیا تھا تو کیا واقعی وہ اس بات کے سزاوار ہو سکتے تھے ہرگز نہیں اب مبنی اس خلاف کا معلوم کرنا چاہیئے کہ کیا تھا اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام تہمت کی وجہ سے متروک الروایت ہو گئے تھے مبنی جرح کا یہ تھا کہ (تلفظ بالقرآن) کو مخلوق کہنے سے قرآن کے مخلوق ہونیکا ایہام ہوتا ہے جو کفر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا اور نہ وہ اس کے قائل تھے کہ کلام الہٰی جو ملفوظ ہے مخلوق ہے بلکہ وہ ایک شے

تھا مگر اونازک فرق بیان کرکے فرماتے تھے کہ تلفظ بالقرآن ہمارا فعل ہے
اس کو مخلوق کہنے میں کوئی تامل نہیں۔ ورنہ بعض افعال عباد کا غیر مخلوق
ہونا لازم آئے گا چنانچہ اونھوں نے کتاب خلق افعال العباد اسی غرض
سے لکھی۔ اور ابتدا میں یہ ثابت کیا کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ پھر بیان کیا
کہ بندہ کے طرف قرآن منسوب نہیں بلکہ قرأت منسوب ہے۔ اس لئے کہ
قرآن خدا یتعالی کا کلام۔ اور قرأت بندہ کا فعل ہے جس نے ان دونوں میں
فرق نہ کرسکا اوس کو دل کا اندھا کہنا بیجا نہ ہوگا کما قال فی خلق
افعال العباد وقد یقال فلان حسن القراءۃ وردی القراءۃ
ولا یقال حسن القران وردی القران وانما نسب الی العباد
القراءۃ لا القران لان القران کلام الرب جل ذکرہ والقراءۃ
فعل العبد ولا یخفی معرفۃ ھذا القدر الا علی من عمی قلبہ ولم
یوفقہ ولم یھد سبیل الرشاد ابن حجر نے فتح الباری کے باب کراھیۃ الخلاف
میں اس کا فیصلہ عمدہ طور پر کیا ہے کہ جب کسی عالم کو کوئی ایک بدعت کے
رد کرنے میں توغل ہوجاتا ہے تو اکثر اوس کے کلام اوس کی تحریر اوس کے
خیال کے موافق ہوتی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اون لوگوں کے خلاف میں
تھے جن کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور اسی پر اون لوگوں کے رد کرنے
میں مبالغتاً کوشش کیا کرتے تھے یہاں تک خیال ہوگیا تھا کہ جو شخص اس مسئلہ

میں توقف کرتا یا اون کے خلاف اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا تو اوس سے اجتناب کرنے لگتے اور جس شخص نے لفظ بالقرآن کو مخلوق ہے کہتا اوسکا بھی رد کرتے اس خیال سے کہ مبادا کوئی اس پیرایہ میں (قرآن ملفوظ کو مخلوق نہ کہدے) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اون لوگوں کے رد کرنے میں خیال ہوگیا تھا جنھوں نے آواز- اور قرآن کی سیاہی- اور ورقوں کو بھی غیر مخلوق ہے کہنے لگے تھے- اوسی وقت ضرورت ہوئی کہ تلاوت اور نفس قرآن میں فرق بتلائیں- حاصل یہ کہ واقع میں امام احمد بن حنبل- ذہلی وغیرہ محدثین- اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی خلاف نہ تھا صرف قصور فہم یا اختلاف رائے کی وجہ سے دو جماعتیں قائم ہوگئیں تھیں- اور نہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کسی طرح کا جرح ہوسکتا ہے- مسئلہ (کمی و زیادتی ایمان میں) محدثین اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مابین جو کچھ اختلاف تھا ظاہری اور جو نزاع تھی لفظی ہے درحقیقت دونوں کا مطلب اور منشا ایک ہی تھا- جس کے موافقت اور تطابق کو ہم نے التبیان فی مسئلۃ الایمان میں ثابت کیا ہے- اور سنئے کہ کل خوارج اور معتزلہ کے فرقے اور بعض دوسرے فرقوں کے لوگ اس بات کے معتقد ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا فر ہے اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو مثل کفار کے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور کل اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ (مرتکب کبیرہ قطعی دوزخی نہیں- حق تعالیٰ اگر چاہے معاف کردے اگر دوزخ

میں داخل بھی ہو گیا ہے تو بعد شفاعت دوزخ سے نکلے گا۔ اگر ایمان مجموعہ تصدیق۔ قول۔ و عمل کا قرار دیا جائے تو ایک جز کے فوت ہو جانے سے مجموعہ کا فوت ہونا لازم آتا ہے۔ جیسا کہ منافق میں قول۔ اور عمل پائے جاتے ہیں مگر صرف ایک جزو تصدیق کے نہ پائے جانے سے ایمان صادق نہیں آتا جس کی وجہ سے وہ بے ایمان دوزخ میں ابداً آباد رہے گا۔ اسی طرح اگر تصدیق و اقرار موجود ہوں اور عمل نہ ہو تو بھی ایمان نہ پائے جانے سے خلود نار لازم آئیگا حالانکہ اس اعتقاد والوں کا فرقہ اور مذہب باطل ہے اس مسئلہ میں جناب امام اعظم علیہ الرحمۃ نے غور کیا کہ محدثین اور اکابر سلف کا یہ مذہب بھی نہیں اور عمل کو ایمان میں داخل کرنے سے یہ غرض تھی کہ لوگ کہیں عمل کو ترک نہ کر دیں اور اگر عمل جز بھی ہے تو کمال ایمان کا جز ہے اصل ایمان کا جز نہیں۔ اس لئے امام صاحب نے تصریح کر دی کہ نفس ایمان تصدیق کا نام اور عمل اوس کے جز ہیں۔ قرآن و حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِسْلَامُ عَلَانِيَةٌ وَالْاِيْمَانُ فِي الْقَلْبِ

یعنے اسلام ظاہر ہوتا ہے اور ایمان دل میں ہے۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے یخرج من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الایمان یعنے
دوزخ سے نکلے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا سوا
اس کے بہت سے آیات اور احادیث سے ظاہر ہے کہ ایمان صرف تصدیق
قلبی کو کہتے ہیں نہ مجموعہ تصدیق و اعمال کو جس کے نہ پائے جانے سے
خلود نار لازم آئے کہ جو اعتقادیہ مذہب فرق باطلہ کا ہے اس لئے جناب
امام صاحب نے اعمال کو ایمان میں داخل نہیں کیا بعض محدثین نے
اس امر کو نہ سمجھ کر اون پر مرجیہ ہونے کا الزام لگایا حالانکہ وہ اس الزام سے
بالکل پاک اور بری ہیں کیونکہ مرجیہ کے نزدیک عمل ضرور نہیں۔ اور امام صاحب
نے تصریح کردی کہ عمل ضرور ہے یہاں تک کہ ایمان و اسلام کو باہم مثل ظاہر
و باطن قرار دیا کہ کوئی ایک بغیر دوسرے کے متحقق نہیں ہوسکتا کما قال
فی الفقہ الاکبر الاسلام ہو الانقیاد والتسلیم لاوامر اللہ تعالی
فمن طریق اللغۃ فرق بین الایمان والاسلام ولکن لا یکون
ایمان بلا اسلام والاسلام بلا ایمان وھما کالظھر مع البطن
ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے تمہید میں لکھا ہے روی عن عثمان بن ابی لیلی
انہ کتب الی ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وقال انتم مرجیۃ فاجابہ
وقال المرجیۃ علی ضربین مرجیۃ ملعونۃ وانا بریٔ منھم ومرجیۃ

مرحومۃ وھم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیل فیہ بان الانبیاء علیھم السلام قالوا کذلک الاتری ان عیسی علیہ السلام قال ان تعذبھم فانھم عبادک باوجود اس تصریح کے جو امام صاحب نے کی اگر اون پر مرجی ہونے کا بھی الزام لگایا جاوے تو یہ بات بعینہ ایسی ہوگی کہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جہمی ہونے کا بیجا الزام لگایا جاوے) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میں نے اون لوگوں سے روایت نہیں کی جنھوں نے عمل کو ایمان سے خارج سمجھا۔ کما فی مقدمۃ فتح الباری وقال ای البخاری ایضا لم اکتب الاعمن قال الایمان قول وعمل کیا اس الزام سے امام صاحب اور اون کے اتباع میں جرح یا اون کی کسر شان ہوسکتی ہے ہرگز نہیں جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو (ضعفا) یعنے راویان ضعیف میں لکھا ہے۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ اگر بخاری رحمۃ اللہ علیہ اون کو ضعفا میں نہ لکھتے تو میں اس کتاب میں اون کا ذکر نہ کرتا کیونکہ وہ اولیاء صادقین سے ہیں۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اونہیں لوگوں کا ذکر کیا جن پر کسی قسم کی جرح ہوئی ہے۔ اور اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اس قابل کہاں جو ایسے لوگوں کے ساتھ ذکر کئے جائیں اونکے تقدس وفضیلت پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس تعریفانہ ارشاد

وارد جو مسلم شریف میں روایت ہے عن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد قال ان رجلا یاتیکم من الیمن یقال لہ اویس لا یدع بالیمن غیر امٍ لہ قد کان بہ بیاض فدعا اللہ فاذھب عنہ الا موضع الدینار والدرھم ومن لقیہ منکم فلیستغفر لکم یعنے روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص یمن سے تمھارے پاس آویگا جن کا نام اویس ہے نشانی اون کی یہ ہے کہ اون کے جسم پر سفیدی تھی جو دعا کی وجہ سے جاتی رہی صرف ایک دینار یا درہم کے برابر باقی ہے اگر کوئی تم میں سے اون کی ملاقات کریں تو اون سے دعا مغفرت طلب کرو وعن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خیر التابعین یقال لہ اویس ولہ والدۃ وکان بہ بیاض فمروہ فلیستغفر لکم رواہ مسلم وفی روایۃ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ یعنے عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے سب تابعین سے بہتر ایک شخص ہیں جن کا نام اویس ہے اون سے تم کہو کہ تمھارے لئے دعا مغفرت کریں۔ اسیطرح بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے روایات کو معتبر نہیں سمجھا چنانچہ ذہبی نے طبقات الحفاظ میں لکھا ہے کہ سوا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تمام امت امام جعفر رضی اللہ عنہ کو معتبر اور مجتہد سمجھتے ہیں۔

غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اویس کو ضعفا میں شریک کیا اور مروان بن حکم کی روایتیں لینے میں تامل نہیں کیا چنانچہ صحیح میں کئی روایتیں موجود ہیں حالانکہ اوس نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور جو جو خرابیاں کیں ظاہر ہے ذہبی نے میزان میں لکھا ہے وله اعمال موبقة نسئل الله السلامة رمی طلحة بسهم وفعل ما فعل ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اسد الغابہ میں لکھا ہے عن نافع ابن جبیر ابن مطعم عن ابیه قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمر الحکم ابن ابی العاص فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل لامتی مما فی صلب هذا یعنی جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حکم ابن عاص مروان کا باپ روبرو سے گذرا حضرت نے اوسکو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ جو اس کی پیٹھ میں ہے اوس سے میری امت کی خرابی ہوگی چنانچہ ویسا ہی ہوا اور مروانی حکومت سے اکابر دین وغیرہ مسلمین پر نہایت ظلم ہوا۔ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اوس حدیث کی شرح میں جس میں مروان نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنیکے لئے خطبہ پڑھا تھا یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مروان فی صلبه الحاصل مروان کی روایات کو قبول کرنے سے نہ اوسکی اتقی فضیلت لازم آتی ہے اور نہ اویس قرنی۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی روایت نہ لینے

اون کی منقصت شان ہوسکتی ہے نہ ایسے امور جزئیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ
علیہ کی جلالت شان میں فرق آسکتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسے جلیل القدر
مسلم بزرگ کی جناب میں تعصب سے بے ادبانہ گستاخی کرے تو وہ تادیب
کا مستحق ہے چنانچہ میزان میں ذہبی نے لکھا ہے کہ جب یحییٰ ابن معین کو معلوم ہوا
کہ حسین کرابیسی نے امام احمد ابن حنبل کی شان میں کلام کیا ہے تو لعنت
کر کر کہا کہ یہ شخص کس قدر ضرب و تادیب کا محتاج ہے۔ بڑی افسوس اور
سمجھنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں بعض مقلدین ائمہ حدیث کی شان میں
اور غیر مقلدین فقہائے سلف کی نسبت جو بیباکانہ بے ادبانہ گستاخیاں کرتے
ہیں مسلمانوں کی منصفانہ شان سے بعید ہے۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کا حال
اس طرح بیان فرماتا ہے کہ والذین جاؤ من بعدھم یقولون ربنا
اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا
غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم اور جب کہ ہزارہا علمائے
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ سمجھ کر مان لیا
تو بعض امور جزئیہ کی وجہ سے اوسمیں کسی کو کلام اور نہ موقع اعتراض باقی رہا
دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ
ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا۔ الحاصل اقسام کے یہ اسباب
ہوئے جن کی وجہ سے تمام احادیث مصنفین تک نہ پہنچ سکیں پھر کیونکر یقین ہو

کہ اوس واقعہ کو جسمیں بہت لوگ شریک تھے سوائے ایک شخص کے کسی نے
روایت نہ کی۔ اسکو بھی جانے دیجئے یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہر جمعہ میں ایک نیا خطبہ پڑھتے اور سیکڑوں صحابہ اوسوقت حاضر رہتے تھے
اس حساب سے ضرور ہے کہ تخمیناً چھ سو اصل خطبہ بروایات مختلفہ موجود ہوں
حالانکہ اون خطبوں کا وجود معدوم ہے اسی طرح پچاس ہزار حدیثیں قرأت
میں جسکی خبر حافظ ابو احمد عسال نے دی ہے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے
اسی وجہ سے رفع الملام عن الائمۃ الاعلام میں لکھا ہے فلا یجوز ان یدعی
انحصار احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دواوین معینۃ
غرض قرینہ مذکورہ سے بھی قطعاً موضوع ہونا حدیث کا لازم نہیں آتا اور
موضوع ہونے کا ایک یہ بھی قرینہ ہے کہ نقاد حدیث کے نزدیک وہ حدیث
نہ پائی جاوے چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قول
ابن سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے کہ قطعاً وہ حدیث موضوع نہ ہوگی جو نقاد
حدیث کے نزدیک نہ پائی جاوے یعنے نہ اون کو یاد ہو نہ اون کے کتابوں میں
مذکور ہو اور یہی قول صاحب معتمد کا ہے انتہی ہر چند کہ یہ بات بظاہر ٹھیک
معلوم ہوتی ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ بھی قطعی قرینہ نہیں
اس لئے کہ کسی کا روایت نہ کرنا تو جب معلوم ہو کہ تمام دنیا کے علما کا علم
اور جمیع کتب احادیث کا حفظ از بر ہو اور یہ ممکن نہیں چنانچہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ

رفع الملام میں لکھا ہے وانما یتفاضل العلماء من الصحابۃ ومن بعدہم بکثرۃ العلم او جودتہ واما احاطۃ واحد بجمیع حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھذا لا یمکن ادعاؤہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تدریب میں عز ابن جماعہ کی تقریر جو اسی قسم کی ہے نقل کر کے یہ واقعہ ذکر کیا کہ ایک روز ابو حاتم نے رشید کی مجلس میں ایک حدیث پڑھی اوس وقت زہری رحمۃ اللہ علیہ بھی اوس مجلس میں موجود تھے سن کر کہا کہ اس حدیث کو میں نہیں جانتا۔ ابو حاتم نے کہا کہ کیا کل حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کو یاد ہیں یا آدھے۔ زہری نے کہا کہ نہیں مگر آدھے تو مجھے یاد ہیں۔ جواب میں ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کو بھی اونہیں آدھی حدیثوں میں سمجھئے جو آپ کو یاد نہیں۔ اور ایک وہ قرینہ ہے جس کو ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کیا ہے۔ کما فی تدریب الراوی وقال ابن الجوزی الحدیث المنکر یقشعر لہ جلد الطالب وینفر قلبہ فی الغالب و ایضا فیہ وقال ابن الجوزی ما احسن قول القائل اذا رایت الحدیث یباین المعقول او یخالف المنقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع قال مناقضۃ الاصول ان یکون خارجا من دواوین الاسلام فی المسانید والکتب المشہورۃ تو لیجئے حدیث منکر سننے سے اکثر طالب کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل میں ایک قسم کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے

کسی کا کیا اچھا قول ہے کہ جب کوئی حدیث عقل یا نقل یا کتب مشہورہ کے
مخالف ہو تو سمجھو کہ وہ حدیث موضوع ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تدریب
شرح تقریب میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے موضوعات میں حدیث حسن کو بھی
داخل کر دیا ضعیف تو کہاں بلکہ صحیح کو بھی شریک کر دیا زیادہ تر نادر یہ ہے کہ
ایک حدیث صحیح مسلم کی اوسمیں لکھدی ہے کما قال وقد اکثر
جامع الموضوعات فی نحو جلدین اعنی ابا الفرج ابن الجوزی فذکر
فی کتابہ کثیرا مما لا دلیل علی وضعہ بل ھو ضعیف بل فی قرینۃ
الحسن والصحیح واغرب من ذلک ان فیہ حدیثا من صحیح مسلم
اور تعقبات میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کے دو ۲
حدیثیں اون کے موضوعات میں موجود ہیں کما قال ووجدت فیہ
ای فی موضوعات ابن الجوزی حدیثا من صحیح البخاری من روایۃ
حماد بن شاکر والاخر متنہ فی البخاری من روایۃ صحابی غیر الذی
اوردہ عنہ اور اوسی کتاب میں لکھا ہے کہ اڑتیس ۳۸ حدیثیں مسند امام احمد
حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے۔ اور نو ۹ ابو داؤد کے اور تین ۳ جامع ترمذی کے اور
دس نسائی کے اور تین ۳ ابن ماجہ کے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات
میں داخل کر دیا ہے۔ شاید استبعاد عقلی کی وجہ سے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
نے اس حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کیا۔ النظر الی علی عبادۃ

حالانکہ خود معترف ہیں کہ گیارہ صحابی جلیل القدر سے یہ روایت وارد ہے۔
امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اگر حدیث متروک اور
منکر بھی ہو تو تعدد طرق کی وجہ سے ضعیف کے بلکہ حسن کے درجہ کو پہنچ سکتی ہے
یہ حدیث تو گیارہ طریقوں سے اور گیارہ صحابیوں سے مروی ہے ایک جماعت
محدثین کی رائے ہے کہ جو حدیث اتنے طریقوں سے مروی ہو تو وہ درجہ تواتر
کو پہنچ جاتی ہے حیث قال حدیث النظر الی علی عبادۃ اوردہ من
حدیث ابی بکر وعثمان وابن مسعود وابن عباس ومعاذ وجابر وابی ہریرۃ
وانس وثوبان وعمران بن حصین وعائشۃ رضی اللہ عنہم
قلت المتروک والمنکر اذا تعددت طرقہ ارتقی الی درجۃ الضعیف
الغریب بل ربما یرتقی الی الحسن وھذا ورد من روایۃ احد
عشر صحابیا بعدۃ طرق وتلک عدۃ المتواتر فی رای جماعۃ وقد
اخرج الحاکم فی المستدرک حدیث عمران بن حصین ثم اخرج حدیث
ابن مسعود شاھدا لہ وللہ الحمد اسی طرح ابن جوزی نے اس حدیث
کو موضوع لکھا ہے جسمیں ابدال کا ذکر ہے حالانکہ وہ حدیث بہت طریقوں سے
وارد ہے چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تعقبات میں لکھتے ہیں کہ وہ حدیث
نہ صرف صحیح ہے بلکہ کہہ سکتا ہوں کہ حد تواتر کو پہنچ گئی ہے اور اس باب میں
اونھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے جسمیں تمامی طرق اس حدیث کے مذکور ہیں

خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ اس حدیث کو امام احمد نے مستدرک اور کتاب الزہد میں اور طبرانی نے معجم اوسط اور کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں۔ اور خلال نے کرامات الاولیا میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابوداؤد نے مراسیل میں۔ اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الاولیا میں اور ابن جریر نے تفسیر میں۔ اور دیلمی اور ابن عساکر رحمہم اللہ علیہم نے روایت کی ہیں۔ بعض طریق اوس کے صحیح ہیں اور بعض حسن وغیرہ اور عمر اور علی اور انس اور عبادہ ابن الصامت اور ابن عباس اور ابن مسعود اور عوف بن مالک۔ اور معاذ بن جبل اور ابوسعید خدری اور ابوہریرہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین صدر اول کے اوس کے راوی ہیں اور علی ہذا القیاس طبقہ تابعین و تبع تابعین میں راوی اوس کے بکثرت ہیں جس سے یہ بات قطعاً معلوم ہو سکتی ہے کہ وجود ابدال کا تواتر معنوی ثابت ہے۔ ہر چند ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کو احادیث کے موضوع قرار دینے میں نہایت تشدد و اہتمام تھا مگر در اصل وہ اس امر کے موجد نہیں چنانچہ ابھی معلوم ہوا کہ خلاف معقول و منقول کو موضوع سمجھتے ہیں وہ کسی کا قول نقل کرتے ہیں اور دوسرے محدثین نے اون کے اس طریقہ کو پسند نہیں کیا ہے چنانچہ تعقبات میں ذہبی کا قول نقل کیا ہے حیث قال قال الذہبی فی تاریخہ نقلت من خط

السیف احمد بن المجد قال صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فی ذکرا هی
مخالفته للنقل والعقل۔ وجہ اس تشدد کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ کمال خیر خوا
ضعیف العقول کی ہمیشہ ان حضرت کے پیش نظر رہا کی اور خیال یہ رہا کہ
کہیں ایسا نہ ہو کوئی بات صحیح حدیث کی سمجھ میں نہ آئے اور انکار کر بیٹھیں
جس سے ایمان جاتا رہے اس لیئے جب اونھوں نے دیکھا کہ کسی حدیث
کا مضمون مخالف عقل یا نقل ہے تو اب تشویش پیدا ہوئی اور یہ خیال جما
کہ جہانتک ہو سکے اون بیچاروں کی نجات کیلئے فکر کی جائے چونکہ مدار صحت
حدیث کا اسناد پر ہے اور اوس پر نظر ڈالے پھر ہر ایک اسناد ایسے اسناد کہاں
جو من جمیع الوجوہ سالم ہے اور ظاہر ہے کہ باوجود اسقدر احتیاط کے خود بخاری و مسلم
کے راویوں میں کس قدر کلام ہے جسکا حال کسیقدر اوپر معلوم ہوا جب ایسے ایسے اسناد و نکا
یہ حال ہو تو اوروں کا کیا ٹھکانا غرض خواہ مخواہ جب کوئی ایسا راوی ملجا
جسمیں محدثین نے کلام کیا تھا تو اوس پر موضوعیت کا حکم لگا دیا اور اوسکی
یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ثقات محدثین خود اس قسم کی حدیثیں روایت کرنے
میں بنظر (تکلموا الناس علی قدر عقولهم) احتیاط کیا کرتے ہیں چنانچہ
ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان میں لکھا ہے حماد عن ثابت عن انس ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قرأ (فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ) قال اخرج طرف
خنصرہ وضرب علی ابہامه فساخ الجبل فقال حمید الطویل

لثابت تحدث مثل ھذا قال فضرب فی صدر حمید وقال یقول انس ویقولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واکتمہ انا)

ثابت حماد سے اور وہ انس سے روایت کرتے ہیں کہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۃ شریف فلما تجلی ربہ جسمیں تجلی طور کا بیان ہے اور ارشاد فرمایا سر خنصر سے یعنے مقدار تجلی بہت کم تھا۔ حمید طویل نے ثابت سے کہا کہ تم اس قسم کی روایتیں بیان کرتے ہو اور مقصود کہنے سے یہ تھا کہ بیان نہ کریں یہ سُن کر ثابت نے حمید کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ جس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں اور انس اوس بات کو ظاہر کریں تو کیا میں چھپا سکتا ہوں۔ اس روایت کے ثبوت میں حمید رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی شک نہ تھا اس لئے کہ ثابت معتمد شخص ہیں اور خاص انس رضی اللہ عنہ سے سنی باوجود اس کے ثابت کا بیان حمید رحمۃ اللہ علیہ کو ناگوار معلوم ہوا اور یہی وجہ ہے کہ عجائبات کے روایت کرنے والے ساقط الاعتبار سمجھے جاتے ہیں جیسا کہ کتب رجال سے ظاہر ہے۔ محدثین ذوالنون مصری رح کے کرامات اور تقدس کے قائل ہیں مگر اون کی روایات میں کلام کرتے ہیں کما قال فی المیزان ذوالنون المصری الزاھد العارف روی عن مالک احادیث فیھا نظر وقال السلمی لما مات اظلت الطیور جنازتہ۔ اب یہ بات معلوم کرنا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث کسی کی عقل کے

مخالف ہو اور معقولات کے ساتھ اوس کی مطابقت نہ ہوسکے تو اوس سے
یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی میں وہ حدیث مخالف ہے کیونکہ عقل کا باہمی تفاوت
اظہر من الشمس ہے۔ کوئی مسئلہ عقلی ایسا نہیں جسمیں حکما عقلانے اختلاف نہ کیا ہو
دیکھئے ابتدا میں تاربرقی اور صنائع کی خبریں بہ نظر حیرت جھوٹ سمجھی جاتی تھیں
جب متواتر ہوکر مشاہدہ بھی ہوگیا تو وہ حیرت جاتی رہی الحاصل جس قدر تجربہ
اور قوت نظری بڑھتی جاتی ہے عقل کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جاتا ہے اسی وجہ
سے ابتدائی زمانہ میں عقلاً جو جو چیزیں بظاہر محال معلوم ہوتے ہیں محال عقل کے
بعد وہ ممکن سمجھی جاتی ہیں اور بہت سے امور خلافیہ میں تطبیق نمایاں ہوتی ہے
پھر جب حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کا سینہ کشادہ کردیتا ہے تو اوس سے
وہ استبعاد جو عقلا وارد ہوتے ہیں سب دفع ہوجاتے ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ
اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ۔ اگرچہ اس نور میں
تمامی اہل اسلام شریک ہیں مگر بحسب مراتب تفاوت بھی ثابت ہے۔
قال اللہ تعالیٰ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر من نور اللہ جس
شخص کی قوت نظری بہ نور اللہ منور ہو تو اوس کے نزدیک نہ حدیثوں میں
مخالفت عقلی ہے نہ اون کی تطبیق میں تردد بلکہ ہر ایک کے لئے ایک محل
خاص ہے۔ ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد۔ ان حضرات کو کوئی ایک حدیث

چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اون احادیث سے تائید ملتی ہے۔ غرض کسی حدیث کا مخالف عقل و نقل ہونا موضوعیت کے لئے قطعی قرینہ نہیں ہو سکتا۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث موضوع کی جو پہچان بتلائی کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے تو یہ بھی کوئی قطعی قرینہ نہیں ہو سکتا۔ بھلا اس حدیث کو دیکھئے جو بخاری میں موجود ہے۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب وما تقرب الیّ عبدی بشئی احب الیّ مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شئی انا فاعلہ ترددی عن نفس المؤمن یکرہ الموت وانا اکرہ مسائتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جس نے ولی کے ساتھ عداوت رکھی تو اجازت دیتا ہوں میں اوس کو اس بات کی کہ میرے ساتھ جنگ کے لئے مستعد ہو جاوے اور کوئی بندہ ہرگز تقرب حاصل نہیں کر سکتا ایسی ایک چیز کے ساتھ جو دوست تر ہو مجھ کو اوس بات سے جو

فرض کیا میں نے اوس پر (یعنی اللہ تعالی کے پاس تمام اسباب تقرب سے زیادہ محبوب اور مرغوب ادائے فرائض ہے) اور ہمیشہ میرا بندہ بسبب نوافل کے مجھ سے قریب ہوجاتا ہے اس لئے میں اوسکو دوست رکھتا ہوں اور جب میں اوس کو دوست رکھتا ہوں تو ہوجاتا ہوں اوس کی سماعت جس سے وہ سنتا ہے۔ اور ابصارت جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہوجاتا ہوں اوسکے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور پانوں جس سے وہ چلتا پھرتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی چیز دعا سے طلب کرتا ہے تو دیتا ہوں اوس کو اور اگر پناہ مانگتا ہے وہ مجھ سے تو ضرور پناہ دیتا ہوں۔ میری سطوت اور بے انتہا قوت ایسی نہیں جو کسی کام کرنے میں مجھے تردد ہو مگر مجھے تردد اوس مخلص مومن بندہ کی قبض روح کے وقت ہوتا ہے جبکہ وہ موت کو مکروہ جانکر مرنا نہیں چاہتا اور مجھے اوس کی رنجیدگی منظور نہیں ہوتی) یعنے مومن کامل الایمان جب موت کو مکروہ سمجھتا ہے تو حق تعالی کو بھی اوس کی قبض روح میں تردد ہوتا ہے۔ دیکھئے کہ خدائے تعالی کا کسی بندہ کے ہاتھ پانوں ہوجانا اور قبض روح کے وقت تردد کرنا کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ اگر روایت بخاری سے قطع نظر کی جاکر اس حدیث کے مضمون کو دیکھا جاوے تو (کیا رونگٹے نہ کھڑے ہونگے) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر خدائے تعالی رحمت نازل کرے جو بلا لحاظ ورینہ اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کردیا۔ ورنہ یہی حدیث اگر کسی ولی کی صدق بیانی

الہام ترجمان سے کہی جاتی تو وہ غالباً کافر یا مشرک بنایا جاتا۔ فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث نہایت غریب ہے اگر جامع صحیح کی ہیبت نہ ہوتی تو محدثین اوس کو خالد بن مخلد کے منکرات سے ضرور شمار کرتے۔ امور مذکورہ گو قطعیت وضع کے مفید نہیں۔ مگر فی الجملہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ قرائن وضع ہو سکیں برخلاف اوس کے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی کے نام میں دھوکا ہو جانے سے حدیث موضوع سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا اور علت یہ قائم کی کہ اوس کی اسناد میں سدی ہے جو ایک شخص کذاب تھا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ شاید ابن جوزی نے سدی کو محمد بن مروان صغیر سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ وہ نہیں وہ سدی اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن کبیر ہیں جن کے روائتیں مسلم میں موجود ہیں۔ کما قال قلت ظن ابن الجوزی ان السدی الذی فی اسنادہ محمد بن مروان الصغیر ولیس کذالک وانما ھو اسمعیل بن عبدالرحمن الکبیر احد رجال مسلم اور کبھی کبھی حدیث کا مطلب برابر سمجھ میں نہ آنے سے اوس پر موضوعیت کا حکم لگایا جاتا ہے چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا۔ حدیث بریدۃ رضی اللہ عنہ عند راس المائۃ یبعث اللہ ریحا باردۃ طیبۃ

يقبض فيها روح كل مؤمن باطل يكذبه الوجود وفيه بشر بن المهاجر
لا يحتج به یعنے سر صدی پر حق تعالیٰ ایک سرد ہوا پاک صاف بھیجے گا
جس سے مسلمانوں کے ارواح قبض ہو جائیں گے - ابن جوزی نے معلوم
کیا کہ پہلی صدی کے آخر میں یہ ہوا نہیں چلی اس لئے اس حدیث کو باطل
ہے کہہ دیا اور علت یہ قائم کی کہ اوس کے اسناد میں بشر بن المہاجر ہے
جن پر احتجاج واعتماد نہیں ہو سکتا - حالانکہ اونہیں بشر کی توثیق ابن معین
ونسائی وغیرہما نے کی ہے - اور مسلم - ابوداؤد وغیرہ میں اون سے روایتیں
موجود ہیں - اور اسی روایت کو حاکم نے مستدرک میں ذکر کرکے صحیح کہا ہے
اب رہی یہ بات کہ (وہ ہوا نہیں چلی) اوس کا جواب یہ ہے کہ لفظ حدیث
(جو راس مائة) بصیغہ نکرہ ہے جس کا یہ مطلب ہوا کہ کسی صدی میں پیدا
ہوگا - اگر معرف باللام بھی ہو تو لام عہد ذہنی بن سکتا ہے - قال السیوطی
فی التعلیقات ظن ابن الجوزی ان المراد راس المائة الاولیٰ
وانما لفظ الحدیث راس مائة بالتنکیر وبشر وثقه ابن معین
والنسائی وغیرهما واخرج له مسلم والاربعة وقال ابن عدی
فیه بعض الضعف والحدیث اخرجه الحاکم وصححه واقره
الذهبی وله شواهد اخرجه الحاکم وصححه - اور حدیث
انا مدینة العلم وعلی بابها کو بھی شاید اسی وجہ سے ابن جوزی نے

موضوعات میں شریک کرکے کہا کہ (جھوٹ ہے) حالانکہ ترمذی وحاکم وطبرانی نے کئی طریقوں سے اوس کو روایت کی ہیں اور ابن حجر نے اوسکو حسن کہا ہے کما قال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی التعقبات حدیث انا مدینۃ العلم وعلیؓ بابہا اوردہ من حدیث علی وابن عباس وجابر قلت حدیث علیؓ اخرجہ الترمذی والحاکم وحدیث ابن عباس اخرجہ الحاکم والطبرانی وحدیث جابر اخرجہ الحاکم وتعقب الحافظ ابوسعید العلائی علی ابن الجوزی فی ھذا الحدیث بفصل طویل ملخصہ ان قال ھذا الحدیث حکم ابن الجوزی وغیرہ لوضعہ وعندی فی ذلک نظر الی ان قال والحاصل انہ ینتھی الی درجۃ الحسن المحتج بہ فلا یکون ضعیفا فضلا ان یکون موضوعا ورایت فیہ فتوی قدمت للحافظ ابن حجر فکتب الیہا ھذا الحدیث اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال انہ صحیح وخالفہ ابن الجوزی فذکرہ فی الموضوعات وقال انہ کذب والصواب خلاف قولہما معاً ان الحدیث من قسم الحسن لایرتقی الی الصحۃ ولا یحط الی الکذب وبیان ذلک یستدعی طولا ولکن ھذا المعتمد اب یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ باوجود قرائن مذکورہ ہونیکے جب محدثین کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اوس سے مطلب یہ ہے

کہ اسناد اوس کے موضوع ہیں۔ متن حدیث میں کلام نہیں اسی وجہ سے اگر کوئی قرینہ وضع الفاظ یا معانی حدیث سے متعلق پایا جاتا ہے تو بھی بیان علت کے وقت کسی راوی کی طرف اوس کی خرابی منسوب کردیتے ہیں۔ غرض باوجود حکم موضوعیت کے نفس حدیث اوس حکم سے خارج رہتی ہے چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ قول بدیع میں لکھتے ہیں ثم لیعلم ان حکم الائمۃ النقاد بالصحۃ وغیرھا انما ھو بحسب الظاھر فقد قال ابن الصلاح ما لفظہ بعد تعریف الصحیح من علومہ ومتی قالوا ھذا حدیث صحیح فمعناہ اتصل سندہ مع سائر الاوصاف المذکورۃ ولیس شرطہ ان یکون مقطوعاً فی نفس الامر الی ان قال وکذلک لو قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک قطعاً بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقاً فی نفس الامر وانما المراد انہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور یعنے ائمہ نقاد حدیث جب کبھی حدیث پر کوئی حکم لگاتے ہیں خواہ وہ حکم صحت یا اور کسی قسم کا ہو بحسب ظاہر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ (ہذا حدیث صحیح) کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سند اوس کی متصل ہے اور تمامی صفات مذکورہ بھی اوسمیں موجود ہیں۔ نہ یہ کہ نفس الامر میں وہ قطعی ہے۔ اسی طرح جب غیر صحیح کہتے ہیں تو اوس سے یہ مراد نہیں کہ نفس الامر میں وہ حدیث

جھوٹ ہے بلکہ مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ سند اوس کی موافق شرط اونکو
کے نہیں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نکت میں لکھے ہیں اما الاسناد
فھو کما قال فقد صرح جماعۃ من الائمۃ بان اسناد کذا اصح
الاسانید واما الحدیث فلا یحفظ عن احد من الائمۃ الحدیث
انہ قال حدیث کذا اصح الاحادیث علی الاطلاق
اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے الجواہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی
المکرم میں لکھا ہے قال السبکی ومما یجب ان یبینہ لہ ان حکم
المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطرق
فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیہ
ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ
یعنے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ محدثین جب کسی حدیث کو منکر وغیرہ
کہتے ہیں تو اوس سے یہ لازم نہیں آتا کہ متن حدیث قابل رد ہے بخلاف اسکے
جب فقہا کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اوس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے
کیونکہ محدثین کی بحث اسناد سے اور فقہا کی بحث متن حدیث سے متعلق ہے
غرض محدثین جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو یہ کہنا بحسب قرائن ہوتا ہے
اور ابھی معلوم ہوا کہ جب کوئی قرینہ قطعی نہیں تو وہ حکم بھی قطعی نہ ہوگا جو
صرف اسناد سے متعلق ہے بخیر متن حدیث موضوعیت سے کیسی متہم ہو سکتی ہے

جس صورت میں کہ متن حدیث میں صحت۔ اور وضع کے احتمال دونوں باہم
معارض ہوں تو دیکھا جائے کہ جس نے اوس حدیث کی تخریج کی ہے محدث ہے
یا نہیں اگر محدثین کی تصریح سے مسلم ہو جائے کہ وہ محدث ہے تو یہ صحیح حدیث
جو مسلم شریف میں ہے ضرور مان لیجائے گی عن سمرة رضی اللہ عنہ
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدث عنی بحدیث
یری انہ کذب فھو احد الکاذبین یعنے فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جس نے روایت کی مجھ سے ایسی حدیث جو جھوٹی گمان کیجاتی ہے تو وہ
شخص دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے (اسمیں ایک حدیث بنانیوالا اور دوسرا
روایت کرنے والا) عمدۃ القاری شرح بخاری میں عینی رحمۃ اللہ علیہ نے
حدیث من کذب علی فلیلج النار کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر کسی حدیث
کے موضوع ہونے کا گمان ہو اور پھر اوس کو کوئی روایت کرے تو وہ راوی
اس وعید میں داخل ہوگا اور دوزخ کا مستحق ہے کما قال الثالث من
روی حدیثا وعلم او ظن انہ موضوع فھو داخل فی ھذا الوعید
اذا لم یبین حال رواتہ وضعفھم ویدل علیہ ایضا قولہ
علیہ الصلوۃ والسلام من حدث بحدیث یری انہ کذب فھو
احد الکاذبین ظفر الامانی فی شرح مختصر الجرجانی میں مولانا محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ
نے لکھا ہے ولا یحل روایۃ الموضوع للعالم بحالہ ای من یعلم حالہا

اوظنا گو نہ موضوعا فی ای معانی کان ای سواء کان فی الاحکام
اوفی الترغیب والترھیب اور غیر ذلک الا مقرونا ببیان
الوضع جب کوئی حدیث جس کو کسی نے موضوع کہا ہو اور اوس کو کوئی محدث
بغیر تصریح کردینے موضوعیت کے اپنی کتاب میں نقل کیا تو یقیناً یہ بات
سمجھی جاوے گی کہ گو اوس کی اسناد میں کلام تھا مگر (متن حدیث اوس کے
پاس مسلم ہے) ورنہ مصداق حدیث مذکورہ کے اوس محدث کا کاذب بلکہ
دروغگو ہونا لازم آتا ہے کما قال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی التعقبات
تحت حدیث ابی بکرۃ فی النھی عن الحجامۃ یوم الثلثا والحدیث
اخرجہ ابوداؤد فی سننہ وسکت علیہ فھو عندہ صالح
اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ متن حدیث موضوع جس میں وضع اور صحت دونوں
کا احتمال تھا اوس محدث نے روایت کرنے کی وجہ سے اوس متن کی صحت کو
ترجیح ہوجائے گی اور اسی ترجیح کا نام ظن ہے مگر چونکہ مدارج ظن کے متفاوت
ہیں اس لئے قوت اوس ظن کی ویسی نہ ہوگی جیسی حدیث بخاری سے ہوتی ہے
بااین ہمہ اصل ظن میں دونوں برابر ہیں اس لئے کہ حدیث بخاری بھی مفید
علم یقینی کی نہیں کیونکہ مفید علم یقینی صرف حدیث متواتر ہوتی ہے اور
حدیث مشہور جو احادیث بخاری سے کئی درجہ ارفع ہے وہ بھی مفید علم یقینی کی
نہیں ہوسکتی نخبۃ الفکر میں ہے المتواتر وھو المفید للعلم الیقینی

غرض ظن صحت اوس حدیث ہا شخص شیہ کا اوس محدث کے ظن پر متفرع ہوگی جس نے اوس کی تخریج کی ہے اس کی وہ مثال ہے جس طرح ابوبکر صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن حمید کی روایت کو اس وجہ سے قبول کی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اون سے روایت کولی ہے۔ حالانکہ یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ محمد بن حمید کثیر المناکر تھے اور بہتوں نے اون کو سارق الحدیث کہا۔ اور ابو زرعہ نے کہا کہ وہ کذاب ہے۔ اور کوسج اور ابن خراش بالحلفا کہتے تھے کہ وہ کذاب ہے۔ چنانچہ ذہبی نے میزان میں بعد جرح کثیر کے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ صنعانی نے کہا (حدثنا محمد بن حمید) ایک شخص نے اعتراضا کہا کہ کیسے شخص سے آپ روایت کرتے ہو۔ جواب میں کہا کہ میں اوس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے احمد اور ابن معین نے روایت کی ہے۔ غرض اوسی میزان میں صدہا جگہ اسکے نظائر موجود ہیں پھر اگر کسی نے اوس ظن کی وجہ سے اوس حدیث پر عمل کیا تو یہ نہ کہا جائیگا کہ اوس نے حدیث موضوع پر عمل کیا۔ کیونکہ جس متن حدیث پر اوس نے عمل کیا تو وہ حدیث موضوع کہنے والے کے پاس بھی موضوع نہیں پھر روایت کرنے والے کے پاس کس قدر معتبر ہوگی بالفرض اگر فی الواقع موضوع ہی ہو اور بلا تحقیق حسن ظن سے تقلیداً اوس پر عمل کیا تو کیا ثواب نہ ہوگا اور وہ عمل خالی جائے گا ہرگز نہیں بلکہ جس طرح صحیح حدیث پر عمل کرنے سے اوس کو

ثواب حاصل ہوتا اوسی طرح اوس حدیث پر عمل کرنے سے ثواب ملے گا۔
امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں روایت کی ہے وقال روینا
فی جزء الحسن بن عرفۃ باسنادہ الی جابر عبد اللہ الانصاری
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بلغہ عن اللہ
عزّ وجل شئ فیہ فضیلۃ فاخذ بہ ایمانا ورجاء ثوابہ
اعطاہ اللہ ذلک وان لم یکن کذلک اخرجہ ابو الشیخ
وابو یعلی والطبرانی ومحمد بن ہشام المستملی وہذا الحدیث
شواہد ایضًا من حدیث ابن عباس وابن عمر وابی ہریرۃ
وعن مشاہیر الصحابۃ رضی اللہ عنہم یعنے روایت ہے جابر
اور ابن عباس ابن عمر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے کہ فرمائے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ عزوجل کی طرف سے جس کو کوئی فضیلت کی
بات پہونچی اور اوس نے بہ امید ثواب ایمان کے ساتھ اوسکو قبول کرکے
عمل کیا تو دیتا ہے حق تعالیٰ اوس کو وہ ثواب جس کے لئے وعدہ نہیں کیا تھا
ابو الشیخ۔ ابو یعلی۔ طبرانی وغیرہم نے اس کو روایت کی ہیں اسمیں کچھ شک نہیں
کہ جس نے حدیث موضوع ہی کے اسناد کو بحسن ظن قبول کرکے عمل کیا تو وہ
مستحق اوسی ثواب کا ہوجاتا ہے جو بوقت عمل اوس کے پیش نظر ہے اور
ارشاد نبوی ہوتا ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اذا حدثتم عنی بحدیث تعرفونه ولا تنکرونه قلته او لم اقله
فصدقوا به فانی اقول ما یعرف ولا ینکر واذا حدثتم عنی
بحدیث تنکرونه ولا تعرفونه فکذبوا به فانی لا اقول ما ینکر
ولا یعرف رواه الحکیم الترمذی ذکره فی کنز العمال
یعنی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ فرمائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب پہنچے تم کو میری طرف سے کوئی ایسی بات جس کو تم پہچانتے ہو۔
خواہ میں کہا ہوں یا نہ کہا ہوں اور وہ بات قابل اعتراض یا انکار کے نہیں
تو صدق دل سے قبول کرلو کیونکہ میری بات ایسی نہیں جس سے انکار کیا جائے
وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا حدثتم عنی بحدیث یوافق الحق فخذوا به حدثت به اولم
احدث به (عق) وقال منکر ولیس لهذا اللفظ اسناد یصح
کذا فی کنز العمال یعنی روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہونچائی جائے تم کو میری طرف
کوئی بات جو موافق حق بات کے ہو تو اوس کو قبول کرلو خواہ میں کہا ہوں
یا نہ کہا ہوں۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا حدثتم عنی بحدیث یوافق الحق فانا قلته کذا
فی کنز العمال یعنی روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہونچائی جائے میری طرف سے کوئی بات
جو مانند حق بات کے ہو تو سمجھو کہ اوسکو میں نے ہی کہا وعن ابی هريرة رضی الله
عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حدث عني
حديثا هو لله عز وجل رضى فانا قلته وان لم اكن قلته كذا
فی کنز العمال یعنے روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے بیان کیا میری طرف سے وہ بات جسمیں اللہ تعالے
کی رضامندی ہو تو سمجھو کہ اوسکو میں نے ہی کہا اگرچہ نہ کہا ہوں عن ابن عباس
رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال علی
حسنا موافقا لكتاب الله وسنتي فانا قلته ومن قال علي كذبا مخالفا
لكتاب الله تعالى وسنتي فليتبوأ مقعده من النار كذا في كنز العمال
یعنے روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے جس نے منسوب کی میری طرف اچھی بات کہ جو موافق قرآن اور میرے
طریقے کے ہو تو وہ میری کہی ہوئی ہے۔ عن ابی امامة قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم من حدث حديثا كما سمع فان كان
برا وصدقا فلك وله وان كان كذبا فعلى من بدأ (حب) كنز العمال
یعنے روایت ہے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جس نے بیان کیا حدیث کو جیسی کہ سنا ہے اگر وہ سچ ہے تو تجھکو اور اوس کو

ثواب ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو اس کا گناہ پہلے کہنے والے پر ہے عن البختری
بن عبید عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من حدث عنی حدیثا ھو للہ عزوجل رضی فانا قلتہ وان لم
اکن قلتہ قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم قال لانی بہ
ارسلت کذا الحال روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمائے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے جس نے میری طرف سے ایسی حدیث بیان کی جسمیں اللہ تعالے
کی رضامندی ہے تو سمجھو کہ میں نے کہا ہے وہ اگرچہ نہ کہا ہوں صحابہ نے عرض
کیا یہ کس لئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپنے فرمایا کہ میں اوسی کے لئے
بھیجا گیا ہوں۔ اگرچہ ابن جوزی نے اس حدیث کی روایت میں کلام کیا ہے
عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ اذا حدثتم عنی بحدیث یوافق الحق
فخذوا بہ لیکن امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اس باب
میں کئی ایک حدیثیں وارد ہیں جن کو امام احمد نے مسند میں ابن ماجہ نے
سنن میں بخاری نے تاریخ میں حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں بزاز نے
کئی طریقوں سے بسند صحیح وغیرہ روایت کیں ہیں جن کی عبارت یہ ہے
قلت اخرج احمد من وجہ اٰخر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ
مرفوعا ما جاءکم عنی من خیر قلتہ اولم اقلہ فانا اقولہ
وما اتاکم من شر فانی لا اقول الشر واخرج ابن ماجہ من وجہ

ثالث بلفظ لا اعرفن ما یحدث احدکم عنی الحدیث وهو متکئ علی اریکته فیقول اقرأ قرأنا ما قیل من قول حسن فانا قلته ورجاله ثقات سوی سعید المقری - واخرج البخاری فی تاریخه من وجه اخر عن سعید المقری مرسلا بلفظ ما سمعته عنی من حدیث تعرفونه فصدقوه قال البخاری ورواه یحیی بن ادم عن ابی هریرة وهو وهم لیس فیه ابی هریرة - واخرجه الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول من وجه اخر عن المقری عن ابی هریرة رضی الله عنه بلفظ اذا حدثتم عنی بحدیث تعرفونه ولا تنکرونه قلته اولم اقله فصدقوا به فانی اقول ما یعرف ولا ینکر واذا حدثتم عنی بحدیث تنکرونه ولا تعرفونه فکذبوا به فانی لا اقول ما ینکر ولا یعرف - واخرج احمد والبزاز بسند علی شرط الصحیح عن ابی حمید او ابی اُسید مرفوعاً اذا سمعتم الحدیث عنی تعرفه قلوبکم وتلین له اشعارکم وابشارکم وترون انه منکم قریب فانا اولیکم به واذا سمعتم الحدیث عنی تنکره قلوبکم وتنفر اشعارکم وابشارکم وترون انه منکم بعید فانا ابعدکم منه - واخرجه البخاری فی تاریخه بلفظ اذا جاءکم الحدیث عنی

تلین به قلوبکم فانا امرتکم به ۔ ثم اخرج من طریق عباس بن سهل عن ابی قال اذا بلغکم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمعروف یلین الجلد فقد یقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخیر ولا یقول الا الخیر وقال ھذا اصح واشبہ جب اتنے احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ محدثین اہل سنت نے جتنے حدیثیں فضائل اعمال کی بلاتصریح کرنے موضوعیت کے اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں اور اون احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانب منسوب کرکے اون کو قبول کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہیں پر عمل کرنے سے ضرور توقع ثواب جو اون میں مذکور ہے۔ اگرچہ وہ حدیثیں موضوع بھی ہوں لیکن صدق دلی اور پاک اعتقادی سے عمل کرکے ثواب حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں کیا ضرور ہے ناحق اونمیں احتمالات پیدا کریں جس سے ظن ثواب جاتا رہے اور مہلک شک پڑجائے تو جس کے ثواب سے محرومی نصیب ہو۔ اگر محدثین نے بحث کرکے اسناد کو موضوع ٹھیرایا اور اوس کو اپنا فرض منصبی سمجھا تو ہم لوگوں کو ضرور نہیں جو بے سمجھی سے بیموقع بے معنی اونکی اتباع کرکے (متن حدیث) کو موضوع کہنے لگیں جس سے سوائے حرمان ثواب کے اور کیا حاصل ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر اعتقاداً اوس حدیث کے روایت کرنے والوں کی تقلید کرکے اوس کو موضوع نہ سمجھیں اور اوس پر عمل کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ

ضرور اوس ثواب کے مستحق ہوجائیں گے جس کا اوسمیں وعدہ ہے اب ایک ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب دونو صورتوں میں تقلید ہی ہے تو وہ تقلید کیوں نہ اختیار کریں جس سے کچھ فائدہ ہو مگر دولت حسن ظن ایسی نہیں ہے جو ہر کس وناکس کے ہاتھ آئے اور بدظنی سے ہرکسی کو مدارج ومراتب علیا حاصل ہوں۔ غرض فضائل اعمال میں جو احادیث وارد ہیں اون کی عملی توسیع کھلے ہمت بڑھانا اور دائرہ حسن ظن کو وسیع کرنا چاہئے۔ چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں لکھا ہے حکی النووی فی عدۃ من تصانیفہ اجماع المحدثین وغیرھم علی العمل بہ ای بالحدیث الضعیف فی الفضائل ونحوھا۔

یہ بات متحقق ہے کہ (احادیث احکام وعقائد) میں کمال احتیاط ہونا چاہئے اس لئے کہ فضائل میں نسخ اور تعارض نہیں۔ اسمیں فوائد یہ ہیں کہ کسی اچھے فعل کا کرنا خواہ قسم عبادت یا حسن اخلاق وغیرہ سے ہو عامل کو مقصود اور مطلوب ہوتا ہے۔ اگر اوس عبادت میں ثواب کا وعدہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم وسیع ہے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ اگر کوئی اوس فعل یا عبادت کو کرکے امیدوار فضل کا ہونا چاہے تو جہاں حق تعالیٰ کے لفظ (کن) سے ہزارہا عالم بن گئے اوس کے وسیع رحمت سے اس بیچارہ کی نیت صدق پر ثواب ملنا کچھ غیر ممکن نہیں۔ اگر عمل نہ کرکے بیجا ایرادیں نکالیں

اور تحقیق کریں کہ وہ وعدہ کس کے ذریعہ سے پہنچا تھا۔ اور پہنچانے والا معتبر تھا یا نہیں۔ سوا حرماں کے اور کیا ہو سکتا ہے بخلاف احکام کے کہ اوسمیں بسبب مصلحت شرع نسخ اور تغیر و تبدل ہوتے رہے۔ مثلاً شراب کسی امت میں حلال رہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ابتدا میں حکم تھا کہ بحالت سکر نماز نہ پڑھیں پھر اوسی شراب کو ممانعت اور حرمت ہو گئی اور ہمیشہ کے لیئے ہی آخری حرمتی حکم جاری رہا علی ہذا القیاس اور احکام میں بھی آخری حکم کا اعتبار ہوتا ہے کما ھو مسلم عند الفقہاءُ والحمد للہ ھو الموفق المعین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

خاتمۃ الطبع

یہ نسخہ متبرکہ عالیجناب فضیلت مآب حقیقت آگاہ معرفت دستگاہ حاوی فروع و اصول جامع منقول و معقول حضرت مولنا محمد انوار اللہ صاحب المخاطب نواب فضیلت جنگ مرحوم و مغفور رسالہ معین الہام امور مذہبی نے بزمانہ قیام مدینہ طیبہ تالیف فرمایا اور بہ ملاحظہ ہادی مراحل تحقیق و کاشف رموز تدقیق جامع شریعت و طریقت شیخ حقیقت و معرفت مہبط انوار معارف لدنیہ کاشف اسرار علوم دینیہ رہنمائے سالکین مقتدائے ناسکین مولنا و مرشدنا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ گذرا تا حضرت ممدوح کا بعد ملاحظہ ارشاد ہوا کہ یہ نسخہ طبع کیا جائے جس سے عام فائدہ حاصل ہو امتثالاً للامر الشریف

اور اسی زمانہ میں یہ مطبع ہاشمی واقع میرٹھ جناب ڈپٹی حاجی محمد عبد الرحیم صاحب مرحوم نے بہ تعداد کثیر طبع فرمایا تھا جو سابق ہی میں صرف ہو گئے۔ اور حضرت مولانا ممدوح کی خدمت میں طبع ثانی کی غرض سے دست رغبت طالبین دراز ہوتا رہا لہذا مولانا صاحب جعل اللہ الجنۃ مثواہ نے بصرف نظر ثانی اس کی تصحیح اور مطالب ضروریہ کی توضیح و رفع اغلاط نسخہ مطبوعہ سابقہ فرمائی۔ اور بعدہ یہ نسخہ طبع مکرر سے مزین ہونے کو ہی تھا کہ حضرت ممدوح بہ جوار رحمت حق واصل ہوئے۔ ناگزیر چندے طبع ثانی سے ملتوی رہا درینولا عالیجناب فضیلت مآب عالم ربانی عارف حقانی مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صدر نشین انجمن اشاعۃ العلوم نے اس کے طبع کی منظوری فرمائی جو بلحاظ افادہ عام بار ثانی

(قالب طبع سے مزین ہوا)